امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر
مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون
مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 57/67 شمارہ نمبر 2 مورخہ ۷/ربیع الاولیٰ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۴/جنوری ۲۰۱۹ء روز سوموار

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل
- یادوں کے چراغ
- تبصرہ کتاب
- مسلمان لڑکیاں ارتداد کے دہانے پر
- جہیز کے چور دروازے
- ماحول کو درپیش سنگین چیلنجز
- اخبار جہاں، تعلیم وروزگار
- ہفتہ رفتہ، ملی سرگرمیاں

بین السطور

بکتا انسان

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

اللہ رب العزت نے انسان وجنات کو اپنی بندگی کے لیے پیدا کیا اور واضح طور پر قرآن کریم میں تخلیق انسانی کے اس مقصد کو بیان بھی کر دیا، آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ارشاد فرمایا کہ پوری دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے، اور تم آخرت کے لیے پیدا کیے گیے ہو، مطلب یہ ہے کہ تم اپنی بندگی، حسن کارکردگی سے اپنی آخرت بنا سکو، اور دنیا جسے آخرت کی کھیتی سے تعبیر کیا گیا ہے، اس کھیتی میں اعمال حسنہ کی ایسی فصل اُگاؤ کہ جنت کے حسین مکانوں کے مکین بننے کی اہلیت وصلاحیت تم میں پیدا ہو جائے۔

کچھ دنوں تک یہ دنیا اسی رخ پر چلتی رہی، پھر ہمارے ذہن ودماغ اعمال وکردار پر مادیت کا غلبہ ہو گیا، نفع نقصان کا معیار اخلاق وکردار کے بجائے جائز وناجائز طور پر مال ودولت کا حصول بن گیا، چنانچہ بیش تر لوگوں کے نزدیک یہ دنیا آخرت کی کھیتی کے بجائے ایک بازار بن گئی، ایسا بازار جس میں سب کچھ بکتا ہے، یہاں احساسات وخیالات مشاہدات وتجربات، جذبات وکمالات سب بک رہے ہیں، حقوق بک جاتے ہیں، پڑوس بک جاتا ہے، پوزیشن بک جاتی ہے، ماں کا رحم اور انسان کا جسم بک جاتا ہے، تلک جہیز کی رسم، کرائے کی کوکھ، طوائفوں کے کوٹھے اور چکلے یہ سب منڈیاں ہی تو ہیں، اور اب دنیا اس قدر گر چکی ہے کہ اسے انسانوں کی خرید وفروخت میں بھی کوئی عار اور شرم نہیں ہے۔

آسٹریا کے دارالحکومت ویانا میں اقوام متحدہ کا ایک ذیلی دفتر ہے، جس کا کام منشیات اور جرائم کی روک تھام کے لیے کوشش کرنا ہے، اس کا مختصر نام UNODC ہے، اس نے انسانی تجارت کے کئی سالوں کے اعداد وشمار جاری کیے ہیں، اس کے مطابق ۲۰۱۶ء میں ۲۵/ہزار افراد انسانوں کی تجارت کرنے والے گروہ کے ہتھے چڑھ گیے اور ان کی خرید وفروخت مکمل ہو گئی، دنیا کے ایسے پینتالیس ممالک جو اس قسم کے اعداد وشمار جاری کرتے ہیں، ان کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی تجارت کے اس کام میں ۲۰۱۱ء سے ۲۰۱۶ء تک ۳۹ فی صد کا اضافہ ہوا، جرمنی میں جرائم کی تحقیقات کرنے والے ادارہ بی کے اے (BKA) کے سروے کے مطابق صرف جرمنی میں ۲۰۱۷ء میں ۶۷۱/افراد کی انسانی تجارت کی گئی جو ۲۰۱۵ء کے مقابلے ۲۵/فی صد زیادہ تھی۔

انسانوں کی اس تجارت میں مال ومتاع کے طور پر فروخت کی جانے والی ۶۰/فی صد خواتین یا بچیاں ہوتی ہیں، جن کا اقوام متحدہ کی رپورٹ کے مطابق جنسی استحصال کیا جاتا ہے، ان سے جسم فروشی کرائی جاتی ہے، بقیہ چالیس فیصد نابالغ لڑکے، مہاجرین اور تارکین وطن یا غربت وافلاس کے مارے لوگ ہوتے ہیں، جن کو مختلف کاموں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ چھوٹے بچے کو جنسی تلذذ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، بڑے لوگوں کے اعضاء فروخت کر دیے جاتے ہیں، ان سے غلاموں کے انداز میں کام لیا جاتا ہے، جبری مشقت پر مجبور کیا جاتا ہے اور ایک بڑی تعداد کو ہاتھ پاؤں سے مفلوج بنا کر گداگری کے پیشے سے لگا دیا جاتا ہے، اور بکنے والے انسان کی پوری زندگی عذاب بن جاتی ہے اب وہ چاہ کر بھی راہ فرار اختیار نہیں کر سکتا، اسلام کے نزدیک اس قسم کی تجارت کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کیوں کہ اسلام کی نظر میں انسان معظم ومکرم ہے اللہ رب العزت نے اسے دوسرے تمام مخلوقات پر فضیلت دی ہے، وہ خلقی اعتبار سے بھی حسین صورت، معتدل جسم ومزاج اور متوازن قد وقامت کی وجہ سے دوسری تمام مخلوقات پر فضیلت رکھتا ہے، عقل وشعور، نطق وگویائی اس پر مستزاد ہے، اس کی غذا بھی دوسروں سے الگ مرکبات سے تیار ہوتی ہے، جب کہ دوسری مخلوقات کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت نہیں دی ہے، وہ بے زبان ہے، اور اپنی غذا خود تیار کرنے پر قدرت نہیں رکھتا، شہوات وخواہشات تمام حیوانات میں ہیں، لیکن عقل وشعور کے ذریعہ اسے قابو میں رکھنا صرف انسان ہی کے بس کا ہے، اس لیے وہ سامان تجارت نہیں بن سکتا؛ بلکہ اس کے کسی جز، خون، چمڑا، بال، ہڈی، گوشت کی تجارت نہیں کی جا سکتی، چہ جائے کہ پورے انسان کی تجارت کی جائے، یہ حکم زندہ، مردہ سب کے لیے ہے، وہ جس طرح زندگی میں قابل اکرام واحترام ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی محترم ہے، اسی لیے اس کے ساتھ کوئی ایسا کام نہیں کیا جا سکتا جو زندوں کے ساتھ ہم نہیں کر سکتے یہی وجہ ہے کہ اس تجارت کو روکنا بہت ضروری ہے، تا کہ انسانی اکرام واحترام کو باقی رکھا جا سکے۔

نوموفوبیا

سال گذرنے کے بعد عموماً گذشتہ سال کی حصولیابی، ناکامی، نامرادی کا جائزہ لیا جاتا ہے، اخبارات ورسائل سال گذرنے سے پہلے ہی تجزیاتی مضامین ومقالات شائع کرنا شروع کر دیتے ہیں کہ ہم نے اس سال میں کیا کھویا، کیا پایا، ہر ایک کا اپنا دائرہ ہوتا ہے، الگ الگ موضوعات پر الگ الگ رسائل میں روشنی ڈالی جاتی ہے، جس سے ہمیں ترقیاتی سرگرمیوں کا علم ہوتا ہے، اور جن میدانوں میں ہم ناکام ہوتے ہیں، اس کے محاسبہ کا موقع ملتا ہے، ان میدانوں سے الگ الفاظ ومعنی کی ایک دنیا ہے، سارا کچھ جو ہم لکھتے بولتے ہیں، تجزیہ کرتے ہیں، سب اسی الفاظ کے سہارے آگے بڑھتے ہیں، دنیا میں ایک ایسا ادارہ بھی ہے جو الفاظ کا تجزیہ کرتا ہے کہ سال گذشتہ سب سے زیادہ کس الفاظ کا استعمال کیا گیا اور اس کا اثر لوگوں پر کیا پڑا، یہ قابل قدر ادارہ کمبرج ڈکشنری سے متعلق ہے، یہ لفظ ومعانی کی تحقیق وجستجو میں تو رہتا ہی ہے، جو اس کا اصل کام ہے، اسکے علاوہ وہ یہ بھی بتاتا ہے کہ اس سال کس لفظ کے اثرات سماج پر زیادہ پڑے، ضروری نہیں کہ وہ لفظ اسی سال سامنے آیا ہو، دیکھا صرف یہ جاتا ہے کہ اس لفظ کا استعمال کس قدر ہوا، کیمبرج ڈکشنری کے مطابق ۲۰۱۸ء میں سب سے زیادہ ''نوموفوبیا'' کا اثر رہا، فوبیا ایک قسم کے خوف کو کہتے ہیں، ایسا خوف جس کی عموماً کوئی منطقی توجیہ نہیں ہوتی، اس لفظ کے شروع میں جو لفظ استعمال ہوتا ہے، وہ بتاتا ہے کہ خوف کی وجہ کیا ہے، اسلام مخالف طاقتیں جو اسلام سے خوف کھاتی ہیں، ان کے لئے اسی بنیاد پر اسلام فوبیا کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، نوموفوبیا کا مطلب ہے کہ موبائل کے پاس نہ ہونے، گم ہو جانے یا چوری چلے جانے سے طاری ہونے والا خوف، آج موبائل کلچر کے اس دور میں سب سے زیادہ یہی خوف لوگوں پر طاری ہوتا ہے، انسان موبائل کے حوالہ سے نفسیاتی مریض ہو گیا ہے، وہ دوسری چیز کی گمشدگی سے اس قدر پریشان نہیں ہوتا، جتنا موبائل کے گم ہو جانے سے، اس معاملہ میں اس پر ایک خوف تو یہ طاری ہوتا ہے کہ موبائل میں جو کچھ میموری میں محفوظ رکھا تھا، اس کا دوسروں تک منتقل ہونا اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتا ہے، جو نمبرات برسوں اس نے جمع کئے تھے وہ سب ضائع ہو جائیں گے، ایک اور خوف یہ بھی رہتا ہے کہ رابطہ ہمارا لوگوں سے ٹوٹ گیا، لوگ ہمارے نمبر پر فون کریں گے اور ہمارا جواب نہ پا کر کس قدر بدگمانی میں مبتلا ہونگے، اس خوف کی وجہ سے اس کے اندر جو تناؤ پیدا ہوتا ہے، وہ مختلف امراض میں اضافہ کا سبب بن جاتا ہے، امریکہ کی ایک ایجنسی نے نوموفوبیا کے سلسلے میں سروے کے بعد بتایا کہ وہاں کے ۶۶ فی صد لوگ اس مرض میں مبتلا ہیں، ہندوستان میں اس قسم کا کوئی سروے ابھی نہیں ہوا ہے، لیکن اگر کوئی سروے یہاں ایسا ہوتا ہے تو یہاں اس قسم کے مریضوں کا فی صد امریکہ سے کچھ زیادہ ہی ہوگا، ابھی کچھ دن قبل تک جب ہندوستان میں موبائل کلچر نے رواج نہیں پایا تھا تو کسی کو کوئی خوف نہیں تھا، بچے اطمینان سے اسکول جاتے تھے، دن بھر پڑھ کر گھر لوٹ آتے تھے، کام کرنے والے لوگ اسکول ودفتر جاتے تھے اور شام کو گھر لوٹ آتے تھے، کوئی رابطہ کی ضرورت بھی محسوس نہیں کرتا تھا، دل ودماغ پر ایک اطمینان کی کیفیت ہوا کرتی تھی، لیکن ان دنوں اگر آپ کسی بھی وجہ سے موبائل سے دور ہو گیے ہیں تو انتہائی بے چینی میں مبتلا ہو جاتے ہیں، چاہے موبائل آپ کا گھر پر ہی چھوٹ گیا ہو، کیوں کہ آپ کو لگتا ہے کہ اس کی وجہ سے ہمارا رابطہ، گھر، خاندان، اعز واقرباء سے ٹوٹ گیا ہے، حالاں کہ فون پاس میں تھا تب بھی کون ہر دن فون کیا جاتا تھا، لیکن آپ مطمئن تھے کہ جب چاہیں گے رابطہ کر لیں گے، اب آپ دل کو سمجھاتے رہیے کہ موبائل پاس نہیں ہے تو کیا ہوا، ہمیں کوئی خوف نہیں ہے، ہم نوموفوبیا کے شکار نہیں ہیں، لیکن یہ آپ کے محض الفاظ ہیں، آپ کا دل اس قول کے ساتھ نہیں ہے۔

واقعہ یہی ہے کہ موبائل ہمارے دل کا روگ بن گیا ہے، اس نے ہماری دماغی صلاحیت کو متاثر کیا ہے یہ بلڈ پریشر اور تناؤ کا سبب بن گیا ہے، رابطہ کی آسانیوں نے ہمارے لیے بہت سارے مسائل پیدا کیے ہیں، پہلے آسانیاں ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں اور بعد میں اس آسانیوں کے بطن سے پیدا ہونے والے مسائل ہمیں پریشان کرتے ہیں، اس کا حل یہ نہیں ہے کہ ہم موبائل کا استعمال چھوڑ دیں، ایسا کوئی منصوبہ حقیقت سے بعید تر ہوگا، البتہ ہمیں آسانیاں اور مسائل میں ایک توازن قائم کر لینا چاہیے، یہ توازن مسائل کے دور کرنے میں ہماری مدد کرے گا، اعتدال اور توازن اسلام کی پسند ہے، اسی لیے خیر الامور اوسطہا کہا گیا، یہ وسطیت اسی توازن کی طرف راہنمائی کرتی ہے، اس توازن کو اپنا کر ہم نوموفوبیا سے بچ سکتے ہیں۔

ہمارا عزم

''ہم صاف اعلان کرتے ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ آپ بھی اعلان کر دیں کہ ہم ایسے جانوروں کی زندگی گذارنے پر ہرگز راضی نہیں، جن کو صرف راتب اور تحفظ چاہئے کہ ان کو کوئی مارے نہیں، ہم ہزار بار ایسی زندگی گذارنے اور ایسی حیثیت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں، ہم اس سرزمین پر اپنی اذانوں اور نمازوں کے ساتھ رہینگے، بلکہ تراویح اور اشراق وتہجد تک چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوں گے، ہم ایک ایک سنت کو سینے سے لگا کر رہیں گے۔''

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

بلا تبصرہ

''یہ معاملہ خواتین کی ہمدردی سے زیادہ سیاسی مقاصد رکھتا ہے، وہ (حکومت) مسلم خواتین کی ہمدردی کا ڈھونگ رچا کر یہ تأثر قائم کرنا چاہتی ہے کہ مودی سرکار مسلم خواتین کی ہمدرد ہے اور باقی پارٹیاں ان کی دشمن ہیں... اگر ان کی حکومت واقعی مسلم خواتین کی ہمدرد ہے تو انہیں اپنے پارٹی کارکنوں کو بھی یہ ہدایت دینی چاہئے کہ ان کی پارٹی کے زیر حکمرانی ریاستوں میں ظلم کا شکار ہونے والی مسلم خواتین کے ساتھ انصاف کیا جائے۔''

(انقلاب یکم جنوری ۲۰۱۹ء)

اللہ کی باتیں ــــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا عبد الباسط ندوی

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی...

قدافلح المؤمنون الذین ھم فی صلاتھم خٰشعون (المومنون:۱،۲) مومنین فلاح پا گئے جو اپنی نماز میں خشوع رکھنے والے ہیں۔

مسلمانوں کی زندگی میں نماز کی بڑی اہمیت ہے اور مذکورہ آیت میں دنیا وآخرت کی ہر طرح کی کامیابی کو پختہ ایمان کے ساتھ ساتھ نماز سے جوڑا گیا ہے بشرطیکہ نماز خشوع کے ساتھ ادا کی گئی ہو، اس کے بعد دوسرے اوصاف کا تذکرہ ہوا، نماز کے مقاصد کو بیان کرتے ہوئے قرآن نے کہا: ان الصلاۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر (العنکبوت:۴۵) (بے شک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک دیتی ہے) اب اگر ہماری یہ نمازیں ان فحشاء اور منکرات سے روکنے والی نہیں بنتی ہیں اور ہم نماز ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ان تمام منکرات کے بھی مرتکب رہتے ہیں تو ہمیں جائزہ لینا چاہئے کہ اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے، نماز کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ اس پر ہمیں غور کرنا چاہئے، علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''نماز کیا ہے؟ مخلوق کا اپنے دل، زبان اور ہاتھ پاؤں سے اپنے خالق کے سامنے بندگی اور عبودیت کا اظہار اس رحمان ورحیم کی یاد اور اس کے بے انتہا احسانات کا شکریہ، حسن ازل کی حمد وثنا اور اس کی بڑائی ویکتائی کا اقرار، یہ اپنے محبوب سے مہجور روح کا خطاب ہے، یہ اپنے آقا کے حضور میں جسم وجان کی بندگی ہے یہ ہمارے اندرونی احساسات کا عرض نیاز ہے، یہ ہمارے دل کے ساز کا فطری ترانہ ہے، یہ خالق مخلوق کے درمیان تعلق کی گرہ اور وابستگی کا شیرازہ ہے، یہ بے قرار روح کی تسکین، مضطرب قلب کی تشفی اور مایوس دل کی دوا ہے، یہ فطرت کی آواز ہے یہ حساس واثر پذیر طبیعت کی اندرونی پکار ہے، یہ زندگی کا حاصل ہے اور ہستی کا خلاصہ ہے'' (سیرۃ النبی ﷺ:۳۷/۵)

موجودہ دور میں ہم میں سے اکثر افراد کی اکثر نمازیں مذکورہ کیفیت واحساس سے خالی ہیں، ہم مسلمانوں کا حال تو یہ ہوتا جا رہا ہے کہ اولاً ہم بڑی تعداد میں مسجدوں سے دور ہوتے جا رہے ہیں، نوجوانوں کو اپنی دیگر مشغولیات، لغویات سے فرصت نہیں، تو بوڑھوں کو سستی وکاہلی نے اللہ کے گھر سے محروم کر رکھا ہے، یہی حال ہماری خواتین کا ہے کہ وہ گھر میں رہتے ہوئے بھی گھریلو ضروریات اور واہی تباہی سے نماز کے لیے وقت نہیں نکال پاتی ہیں، قرآن نے سچ کہا ہے: وانھا لکبیرۃ الاعلی الخاشعین (البقرہ:۴۶) وہ (نماز) بے شک گراں ہے مگر خشوع رکھنے والوں پر (نہیں)، اب ان سب سے جو بچ بچا کر کسی طرح مسجد پہونچنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں ان کا حال بھی کچھ بہتر نہیں۔

صفیں کج، دل پریشان، سجدے بے ذوق ☆☆☆ کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

قرآن نے گرچہ منافقوں کے بارے میں کہا لیکن وہ آج ہم پر صادق آ رہا ہے: فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون، (الماعون:٤،٥) سو بڑی خرابی ہے (ایسے) نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں) اس آیت کے ضمن میں علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ''یعنی نہیں جانتے کہ نماز کس کی مناجات ہے اور مقصود اس سے کیا ہے اور کس قدر اہتمام کے لائق ہے، یہ کیا نماز ہوئی کہ کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی، وقت، بے وقت کھڑے ہو گئے باتوں میں اور دنیا کے دھندوں میں جان بوجھ کر وقت تنگ کر دیا، پھر پڑھی بھی تو چار ٹکریں لگا لیں، کچھ خبر نہیں کس کے روبرو کھڑے ہیں، اور احکم الحاکمین کے دربار میں کس شان سے حاضری دے رہے ہیں۔ کیا اللہ صرف ہمارے اٹھنے بیٹھنے، جھک جانے اور سیدھے ہو جانے کو دیکھتا ہے؟ ہمارے دلوں پر نظر نہیں رکھتا؟ کہ ان میں کہاں تک اخلاص اور خشوع کا رنگ موجود ہے۔ یاد رکھو! یہ سب صورتیں '' عن صلاتھم ساھون'' میں درجہ بدرجہ داخل ہیں۔ (تفسیر عثمانی) غور کیجیے جب ہماری نمازوں کا یہ حال ہے تو یہ نمازیں ہمیں منکرات وفحشاء سے روکنے والی کیسے بن سکتی ہیں اس میں یہ تاثیر کیونکر پیدا ہو سکتی ہے، پھر ہم کامیابی وکامرانی سے کیسے ہمکنار ہو سکتے ہیں اور دنیا وآخرت کے فلاح کا مستحق کیونکر ٹھہر سکتے ہیں، چاہنے کے باوجود خشوع وخضوع کے نہ پیدا ہونے کی ایک بڑی وجہ رزق حلال کا عدم اہتمام اور معاملات کی عدم صفائی ہے، رزق حلال کے سلسلہ میں ہم میں کا ایک طبقہ تو وہ ہے جو اپنی آمدنی کے ذرائع میں حلال وحرام کی پرواہ نہیں کرتا، دوسرا وہ طبقہ ہے جس کی آمدنی تو حلال ہوتی ہے مگر بازار سے کھانے پینے کی اشیاء کے حصول میں حرام ومشتبہ چیزوں پر توجہ نہیں دیتا، اسی طرح طہارت ووضو اور مسواک کے سلسلہ میں کوتاہی اور اہتمام کی کمی رہتی ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں: ''والخشوع ؛محله القلب ،فاذاخشع خشعت الجوارح كلها لخشوعه ...وابصر النبی ﷺ رجلا يعبث بلحيته فی الصلاة فقال:لو خشع قلب هذا لخشعت جوارحه ،وقال ابو ذر رضی الله عنه قال النبی ﷺ:اذاقام احد كم الى الصلاة فان الرحمة تواجهه فلايحر كن الحصى'' (تفسیر القرطبی) خشوع کی جگہ دل ہے اگر دل میں خشوع پیدا ہوگا تو تمام اعضاء وجوارح خشوع میں اس کے تابع ہو جائیں گے، نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز میں اپنی داڑھی سے کھیل رہا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اس کے تمام اعضاء وجوارح میں بھی خشوع پیدا ہو جاتا... حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے اس لیے ہرگز وہ کسی کنکری کو بھی حرکت نہ دے۔

ہمیں خشوع وخضوع کے سلسلہ میں اس لیے بھی حساس رہنا چاہیے کہ قرب قیامت سب سے پہلی چیز جو لوگوں سے اٹھا لی جائے گی وہ خشوع ہی ہوگا یہاں تک کہ پوری مسجد میں ایک شخص بھی خشوع وخضوع کی صفت کے ساتھ متصف نہیں ملے گا، روایت کے الفاظ ہیں ''اول علم يرفع من الناس الخشوع يوشك ان تدخل مسجد جماعة فلاترى فيه رجلا خاشعا'' (سنن الترمذی، باب ذہاب العلم، رقم الحدیث:۲۶۵۳)

غرض مطلوبہ نماز آج ہماری زندگی سے کوسوں دور جا چکی ہے جس کی وجہ سے نہ تو ہم اس کی حلاوت وچاشنی محسوس کر پا رہے ہیں اور نہ ہی اس کے ذریعہ ہمیں کوئی راحت وسکون مل رہا ہے، نہ ہی وہ ہمارے فساد کو دور کر کے ہماری اصلاح کا ذریعہ بن پا رہی ہے وجہ ظاہر ہے:

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا ☆☆☆ تیرا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

وارث کے لیے وصیت کے نفاذ میں ورثا کی رضامندی مورث کے انتقال کے بعد معتبر ہے:

میں پانچ بھائی ہوں، بڑا میں ہی ہوں، میں نے اپنی کمائی بھائیوں کی تعلیم اور مکان کی تعمیر میں صرف کر دیا، یہ دیکھ کر والد نے ایک وصیت نامہ تیار کی، جس میں لکھا کہ میری زمین وجائیداد سے دس کٹھا زمین اپنے بڑے بھائی کو اس کے حصہ سے زیادہ دے دینا، سبھی بھائیوں نے اس وقت بخوشی قبول کیا اور وصیت نامہ پر اپنا اپنا دستخط کر دیا، لیکن والد صاحب کے انتقال کے بعد سبھی بھائی اس وصیت نامہ سے مکر گئے، اب وہ ایک کٹھا بھی زائد دینے کے لیے تیار نہیں ہیں، ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ بھائیوں پر اس وصیت نامہ کی پابندی لازم ہے، یا نہیں؟ اور میں وصیت کے مطابق اپنے حصہ سے زائد دس کٹھا زمین کا مالک ہوں گا یا نہیں؟

الجوابــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

آپ چونکہ وارث ہیں اور وارث کے حق میں وصیت دیگر ورثا جبکہ عاقل وبالغ ہوں کی اجازت ورضامندی پر موقوف ہوتی ہے۔ **قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: لاتجوز وصیة لوارث إلا أن یشاء الورثة.** (السنن الکبریٰ للبیهقی، باب نسخ الوصیة للوالدین والأقربین الوارثین: ٦/٥٠٢)

نیز یہ اجازت ورضامندی مورث کے انتقال کے بعد معتبر ہوتی ہے، مورث کی زندگی کی رضامندی معتبر نہیں ہوئی۔ **عن إبراهیم قال: إذا أوصی الرجل بوصیة لوارث فأجاز الورثة قبل أن یموت ثم رجع الورثة بعد موته فهم علی رأس أمرهم.** (المصنف لابن أبی شیبة: ٢٨٧/٧)

إن أجازتهم فی حال حیاة المورث ساقطة، لأن إجازتهم فی ذلک الوقت غیر معتبرة أصلا. (فتح القدیر: ٤٤٨/١٠)

لہذا صورت مسئولہ میں جب آپ کے بھائی وصیت کے مطابق زیادہ دینے کے لیے رضامند نہیں ہیں تو شرعاً وصیت کالعدم وغیر معتبر قرار پائے گی اور آپ اپنے والد کے ترکہ سے صرف اپنے حصہ کی ہی حق دار ہوں گے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم

موصی کا وصیت کردہ زمین کسی کو ہبہ کر دینا:

خالد، راشد اور زاہد تینوں بھائی تھے، خالد نے وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد فلاں جگہ کی میری پانچ کٹھا زمین راشد کو دے دینا، کچھ دنوں بعد اس کا چھوٹا بھائی زاہد مالی اعتبار سے بہت پریشان ہو گیا، خالد نے ترس کھا کر اپنی مذکورہ زمین جو راشد کو دینے کی وصیت کی تھی، زاہد کو ہبہ کر دیا اور باضابطہ رجسٹری کر کے اس پر اس کو قابض ودخیل بنا دیا، لیکن راشد کو اس رجسٹری کا علم نہیں ہو سکا، خالد کے انتقال کے بعد راشد نے اس زمین پر قبضہ کرنا چاہا تو زاہد نے ہبہ کا حوالہ دیا، اس پر راشد ماننے کے لیے تیار نہیں ہوا، نوبت یہاں تک پہنچی ہے کہ دونوں اس زمین کے لیے مر مٹنے کے لیے تیار ہیں، شرعی اعتبار سے وہ زمین کس کی ہوگی؟

الجوابــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

وصیت کا نفاذ چونکہ وصیت کرنے والے کی موت کے بعد ہوتا ہے اور وصیت کرنے والے کو موت تک قولاً وعملاً اس وصیت سے رجوع کا حق حاصل رہتا ہے، لہذا صورت مسئولہ میں جبکہ خالد نے اپنے بھائی راشد کو پانچ کٹھا زمین دینے کی وصیت کی؛ لیکن پھر اس نے وہی زمین اپنے بھائی زاہد کو باضابطہ ہبہ کر کے قابض ودخیل بنا دیا، جیسا کہ سوال سے واضح ہے تو ایسی صورت میں اس زمین کا شرعاً مالک زاہد ہوا؛ کیوں کہ وصیت کے بعد اسی زمین کو ہبہ کرنا عملی طور پر وصیت سے رجوع اور اس کو کالعدم قرار دینا ہے، لہذا راشد کا اس زمین پر اپنی ملکیت کا دعویٰ شرعاً غلط اور بے بنیاد ہے۔

قال: وإذا صرح بالرجوع أو فعل ما یدل علی الرجوع کان رجوعا، أما الصریح فظاهر وکذا الدلالة لأنها تعمل عمل الصریح فقام مقام قوله قد أبطلت. (الهدایة، کتاب الوصایا، باب فی صفة الوصیة: ٤/٦٦٠)

نماز وروزہ کا فدیہ اور حج وزکوٰۃ کی ادائیگی کی وصیت:

خالد ایک زمیندار آدمی ہے، ایک سال سے صاحب فراش ہونے کی وجہ سے نماز وروزہ اور حج فرض نہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ بھی نہیں دے سکا، اس نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں وصیت کی کہ میرے ترکہ سے نماز، روزہ کا فدیہ اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے ساتھ حج فرض ادا کرا دینا، سوال یہ ہے کہ خالد کے انتقال کے بعد وصیت کا نفاذ کل مال سے ہوگا یا پھر کیا شکل ہوگی؟

الجوابــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

صورت مسئولہ میں مرحوم کی وصیت ایک تہائی مال میں نافذ ہوگی، لہذا ایک تہائی مال سے نماز وروزہ کا فدیہ اور زکوٰۃ وحج بدل کی ادائیگی کی جائے گی، اس کے بعد دو تہائی ترکہ ان کے ورثا کے درمیان تقسیم ہوگا۔

اگر مذکورہ وصیت ایک تہائی مال سے پورے نہ ہوں تو ورثا کو اپنے اپنے حصہ سے ادائیگی پر مجبور نہیں کیا جا سکتا، البتہ بالغ ورثا اپنی خوشی سے اپنے اپنے حصہ سے ادا کر دیں تو یہ ان کی جانب سے تبرع ہوگا۔

إذا مات من علیه زکوٰة أو فطرة أو کفارة أو نذر لهم تؤخذ من ترکته عندنا إلا أن یتبرع ورثته وهم من أهل التبرع ولم یجبروا علیه وإن أوصی تنفذ من الثلث. (ردالمحتار، باب صدقة الفطر: ٣/٣١١) فقط واللہ تعالیٰ اعلم

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

نقیب

ہفتہ وار پھلواری شریف پٹنہ

پھلواری شریف

جلد نمبر 57/67 شمارہ نمبر 2 مورخہ ۷/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۴/جنوری ۲۰۱۹ء روز سوموار

انتخابی داؤ

ہمارے پیارے ملک ہندوستان کی روایت رہی ہے کہ انتخاب میں رائے دہندگان کو لبھانے کے لیے ہر قسم کی پیش کش کی جاتی ہے، سبز باغ دکھائے جاتے ہیں، الزام، جوابی الزام کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور ہر پارٹی دوسری پارٹی کو موجودہ حالات کا ذمہ دار قرار دیتی ہے، اسی اُٹھا پٹک کے درمیان انتخاب ہوتا ہے، جیت ہار کے فیصلے ہوتے ہیں اور پھر عوام حسب سابق حاشیہ پر چلی جاتی ہے اور عوامی نمائندے کی چاندی ہو جاتی ہے، انہیں چار ساڑھے چار سال تک رائے دہندگان کی یاد نہیں آتی ہے، عوام بھی سیاست دانوں کے اس رویے سے واقف ہے، اس لیے تمام یونین والے اور سرکاری ملازمین انتخاب قریب آتے ہی احتجاج، مظاہرے اور دھرنے پر اتر آتے ہیں، انہیں معلوم ہے کہ حکومت سے اپنے مطالبات تسلیم کرانے کے لیے یہ موسم بہار ہے، ابھی نہیں تو پھر پانچ سال انتظار۔

۲۰۱۹ء میں مرکزی حکومت سازی کے لیے انتخاب ہونا ہے، چنانچہ حکومت نے رائے دہندگان کو اپنی طرف راغب کرنے کا فارمولہ تیار کرنا شروع کر دیا ہے، دوسری پارٹیاں صرف وعدے کر سکتی ہیں، لیکن حکمراں جماعت کچھ کر گذرنے کی پوزیشن میں ہوتی ہے، اس لیے اس کے وعدے عملی رنگ وروپ اختیار کر سکتے ہیں، لیکن ہمیشہ سے یہ ہوتا رہا ہے کہ حکمراں جماعت خواہ وہ مرکزی ہو یا ریاستی کام کو اس مرحلہ میں لا کر چھوڑ دیتی ہے کہ رائے دہندگان اس امید پر ووٹ دیں کہ موجودہ حکومت لوٹے گی تو اس منصوبے پر عمل یقینی ہوگا۔

اس انتخابی ماحول میں مودی سرکار نے اقتصادی اور معاشی پس ماندگی کے شکار اونچی ذات والوں کو دس فی صد رزرویشن دینے کا فیصلہ کیا ہے، بشرطیکہ متعلقہ شخص کے خاندان کی سالانہ آمدنی آٹھ لاکھ روپے سے زیادہ نہ ہو، پانچ ایکڑ سے زیادہ زمین، ایک ہزار اسکوائر فٹ سے زیادہ میں مکان، میونسپلٹی ایریا میں سو گز سے زیادہ میں رہائشی فلیٹ نہ ہو، پہلے مرکزی کابینہ نے اس کی منظوری دی پھر اسے پارلیامنٹ میں پیش کیا گیا، پانچ گھنٹے بل پر بحث چلی، رات دس بجے ووٹنگ ہوئی، تین سو تئیس ارکان نے حمایت میں ووٹ ڈالا، تین رائے مخالفت میں آئی، انا درمک اور کئی چھوٹی علاقائی پارٹیوں نے مخالفت کی، لیکن اس کا کوئی اثر اس بل پر نہیں پڑا اور واضح اکثریت سے یہ پاس ہو گیا، پھر یہ معاملہ عدالت میں نہ جائے اس کے لیے اسے نویں فہرست (انوسوچی) میں ڈالنے کی تجویز آرہی ہے، اس فہرست میں درج قوانین کو عدالتی جائزے سے باہر رکھا گیا ہے، وزیر اعظم نے اسے تاریخی لمحہ قرار دیا ہے، اس بل کے پاس ہونے سے برسوں سے اعلیٰ ذات کے ساتھ ہو رہی ناانصافیوں کا خاتمہ ہوگا اور پرائیوٹ تعلیمی اداروں میں داخلہ کے لیے سیٹیں محفوظ ہو جائیں گی۔

اس مسئلہ پر کئی بار پہلے بھی کوشش ہو چکی ہے، آزادی سے قبل ۱۸۸۲ء، ۱۸۹۱ء، ۱۹۰۱ اور ۱۹۰۸ء میں ملک کی مختلف ریاستوں میں مختلف حلقوں کو رزرویشن دیا گیا تھا، آزادی کے بعد ۱۹۷۹ء، ۱۹۸۰ء اور ۱۹۹۰ء میں اس کام کے لیے مختلف کمیٹیاں بنائی گئیں جس میں منڈل کمیشن کو خاصی شہرت ملی اور ابھی جو رزرویشن مل رہا ہے اس کا بڑا حصہ منڈل کمیشن کی سفارش کے مطابق ہے۔ ۱۹۹۱ء میں مرکزی حکومت نے اعلیٰ ذات کے لیے بھی رزرویشن کا فیصلہ لیا تھا، لیکن ۱۹۸۲ء میں عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ) نے اسے غیر قانونی قرار دے دیا تھا، ۲۰۰۳ء اور ۲۰۰۶ء میں بھی کوشش ہوئی، ہریانہ، مہاراشٹر، راجستھان میں ریاستی سطح پر رزرویشن کے قانون بنائے گیے، لیکن دستور مخالف ہونے کی وجہ سے نافذ نہیں کیا جا سکا، اس فیصلے کے نفاذ کے لیے دفعہ ۱۵، ۱۶، میں ترمیم کر کے معاشی پس ماندگی کو بھی اس میں جوڑا گیا ہے۔ ابھی رزرویشن ۴۹٫۵٪ فی صد ہے، اگر اعلیٰ ذات کے لوگوں کے لیے دس فیصد مخصوص کرنے کی وجہ سے یہ تعداد ۵۹٫۵٪ ہو گئی ہے، حالانکہ عدالت عظمیٰ نے ۲۰۰۶ء میں واضح حکم دیا تھا کہ رزرویشن پچاس فی صد سے زیادہ نہیں دیا جا سکتا، ۲۰۱۸ء میں بھی سپریم کورٹ نے اس فیصلہ کو برقرار رکھا، قابل ذکر ہے کہ ابھی اس ٹی کو ۷.۵، اس سی کو ۱۵/ اور او بی سی کو ۲۷/ فی صد رزرویشن حاصل ہے۔

مرکزی حکومت نے بہت سوچ سمجھ کر یہ پانسہ پھینکا ہے، اس اعلان سے وہ ۲۰۰۸ء میں گوجر اندولن، ۲۰۱۵ء میں پاٹی دار اندولن، ۲۰۱۶ء میں جاٹ کا پو اور مراٹھا تحریک کاروں کو مطمئن کرنا چاہتی ہے، جس میں بہت خون خرابہ ہوا تھا، اور پورا ہندوستان ہل گیا تھا۔

بی جے پی کی مجبوری اور پریشانی یہ ہے کہ تین ہندی زبان بولنے والی ریاستیں اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہیں، مدھیہ پردیش میں جہاں اعلیٰ ذات کے لوگوں نے رزرویشن کے مطالبے پر ہنگامہ کیا، اس علاقہ سے چونتیس سیٹوں میں سے اسے سات سیٹیں ہی مل سکیں، جبکہ گزشتہ اسمبلی میں اس حلقہ کی بیس سیٹیں اس کے پاس تھیں، اگر یہ فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے تو ۱۳۰، ۱۲۰ سیٹوں کے رائے دہندگان پر اس کا اثر پڑے گا، ۲۰۰۷ء کے ایک جائزہ کے مطابق ہندو آبادی میں پس ماندہ ذات کے لوگ ۴۱ فی صد اور اعلیٰ ذات کے لوگ ۳۰ فیصد کے قریب ہیں، ان کے علاوہ اقلیتی طبقہ کے لوگ ہیں، جن میں مسلم، سکھ، عیسائی وغیرہ آتے ہیں، ۲۰۱۴ء کے سروے کے مطابق ایک سو بیس سے زائد ایسی سیٹیں ہیں جہاں سبھی ذاتوں کے رائے دہندگان پر اعلیٰ ذات کے لوگ بھاری پڑتے ہیں، ۲۰۱۴ء کے انتخاب میں بی جے پی کو ۴۸٫۸ فی صد اور کانگریس کو ۱۳٫۱۸ فی صد اعلیٰ ذات کے لوگوں نے ووٹ دیا تھا۔

جسٹس سین کا فرمان

میگھالیہ ہائی کورٹ میں ایک جسٹس سندیپ رنجن سین ہوا کرتے ہیں، عمر ۶۱/سال ہو چکی ہے، سبکدوشی کا وقت آچکا ہے، اپنے آقا کو خوش کرنا چاہتے ہیں، تاکہ سبکدوشی کے بعد کوئی عہدہ ہاتھ لگ جائے، خواہش کچھ ایسی بُری بھی نہیں ہے، لیکن اس مقصد کے حصول کے لیے جو ذریعہ انہوں نے اختیار کیا ہے وہ افسوس ناک ہے، انہوں نے امن رانا نامی شخص کی عرضی پر فیصلہ سناتے ہوئے ہندوستان کو ہندو راشٹر بنا دینے کی نہ صرف وکالت کی بلکہ ایڈیشنل سالیسٹر جنرل کو حکم دیا ہے کہ وہ اس فیصلے کو ۲۴/ گھنٹے کے اندر وزیر اعظم، وزیر داخلہ اور پارلیامنٹ تک پہونچا دیں تاکہ اس پر عمل آوری کی راہ نکالی جا سکے، جسٹس سین نے اپنے سینتیس (۳۷) صفحات پر مشتمل فیصلے میں لکھا ہے کہ ”تقسیم کے وقت ہی ہندوستان کو ہندو راشٹر قرار دیا جانا چاہیے تھا، لیکن ہم سیکولر ملک بنے رہے، ان سے جب ایسی رولنگ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے فیصلے میں سیکولرزم کے خلاف کچھ نہیں کہا ہے، میرا مطلب یہ تھا کہ کوئی ہندوستان کو اسلامی ملک بنانے کی کوشش نہ کرے، اگر یہ اسلامی ملک بن گیا تو ہندوستان اور دنیا میں قیامت آجائے گی“۔

جسٹس سین فیصلہ لکھتے وقت یہ بھول گیے کہ اگر خدانخواستہ ہندوستان ہندو راشٹر بن گیا تو یہاں ہندو آپس میں ہی لڑنے لگیں گے، کیوں کہ ان کے یہاں اتنے قبائل اور اتنے گوتر ہیں کہ ان میں بالا دستی کا فیصلہ آسان نہیں ہوگا اور خانہ جنگی کا ماحول پیدا ہو جائے گا، جیسا سبریمالا مندر کو لے کر کیرالہ میں چل رہا ہے۔

جسٹس سین کا یہ بھی کہنا ہے کہ ”تینوں پڑوسی ملکوں میں لوگ آج بھی استحصال کا شکار ہیں اور انہیں معاشرے میں عزت بھی نہیں ملی ہے، ان کے پاس آنے جانے کا متبادل نہیں ہے، یہ لوگ جب بھی ہندوستان آئیں تو انہیں یہاں کی شہریت عطا کر دی جائے“، جسٹس سین کن لوگوں کے استحصال اور پریشانی کا ذکر کر رہے ہیں اور کن کو شہریت عطا کرنے کا حکم دے رہے ہیں، وہ اظہر من الشمس ہے، ہمارے وزیر اعظم نے بڑی حد تک جسٹس سین کے اس فیصلے کو مان لیا ہے، لیکن آسام گن پریشد کے لوگ جو بی جے پی کے حلیف تھے اس حکم کو ماننے کو تیار نہیں ہیں، تبھی تو انہوں نے اپنی پارٹی کو ان ڈی اے سے الگ کر لیا ہے، ایسا کرنے میں وہ حق بجانب ہیں، کیوں کہ اس فیصلے کے مضمرات تک وہ شعوری طور پر پہونچ چکے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ مرکزی حکومت نے پارلیامنٹ سے پاس کرایا ہے، شہریت بل میں ترمیم، اس بل کے پاس ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ افغانستان، بنگلہ دیش، اور پاکستان کے ہندو، سکھ، بدھ، عیسائی، جین اور پارسی مذہب کے ماننے والوں کو اگر وہ ہندوستان میں چھ سال گذار چکے ہوں تو انہیں شہریت مل جائے گی، اس فہرست میں مسلمان کا نام نہیں ہے، مخالفین کا کہنا ہے کہ شہریت دینے کے لیے مذہب کو بنیاد نہیں بنایا جا سکتا؛ کیونکہ ہندوستان ایک سیکولر اور غیر مذہبی ملک ہے، آسام اور شمال مشرق کی کئی ریاستوں میں اس بل کے خلاف زبردست احتجاج شروع ہو گیا ہے، آسام گن پریشد کا ان ڈی اے سے الگ ہونا اسی احتجاج کا حصہ ہے۔ مرکزی حکومت میں شامل آسم گن پریشد کے تین وزراء نے بھی اپنا استعفیٰ پیش کر دیا ہے۔

بنگلہ دیش کا انتخاب

گذشتہ دنوں بنگلہ دیش میں عام انتخابات ہوئے، عوامی لیگ اتحاد (جس کی سربراہ شیخ حسینہ واجد ہیں) تین سو میں دو سو اٹھاسی سیٹوں پر فتح حاصل کی، اپوزیشن اتحاد جس کی قیادت کمال حسن کر رہے ہیں، اس کو صرف سات سیٹیں ملیں، اس طرح یہ انتخاب یک طرفہ رہا، اپوزیشن اتحاد کے سو امیدواروں کے اپنے نام واپس لینے اور بنگلہ دیش نیشنل پارٹی کی سربراہ کے جیل میں ہونے کی وجہ سے ایسے ہی انتخاب کی توقع تھی، ۲۰۰۸ء میں بھی عوامی لیگ کو دو سو ترسٹھ سیٹیں ملی تھیں، جب کہ اپوزیشن اتحاد کو تینتیس سیٹیں ملی تھیں، اپوزیشن اتحاد کو ماضی میں انتخاب کے بائی کاٹ اور سیاسی اسٹیج سے غائب رہنے کا خمیازہ بھگتنا پڑا ہے، اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حسینہ واجد کی عوامی مقبولیت اور معاشی اعتبار سے ترقی پذیر ممالک میں بنگلہ دیش کو شامل کرنے کی پذیرائی کے باوجود بڑے پیمانے پر انتخابی بے ضابطگی ہوئی ہے، یہ الگ بات ہے کہ چیف الیکشن کمشنر کے ایم نور الہدیٰ نے نئے سرے سے انتخاب کرانے کے مطالبہ کو یکسر مسترد کر دیا ہے۔

بنگلہ دیش کی پارلیامنٹ جسے وہاں جاتیہ سنسد کہا جاتا ہے، تین سو پچاس ارکان پر مشتمل ہوتی ہے انتخاب تین سو سیٹ کے لیے ہوا کرتا ہے، پچاس سیٹیں خواتین کے لیے مختص ہیں جن کا انتخاب نہیں ہوتا بلکہ وہ متناسب نمائندگی کے اصول پر پُر کی جاتی ہیں، اس بار مرد رائے دہندگان کی تعداد ۵۳۸۲۶۶۲۰ اور خواتین رائے دہندگان ۵۱۴۵۵۲۰۳ یعنی مجموعی طور پر ۱۰۳۸۲۶۸۲۳ تھی، ۱۸۶۱/امیدواروں نے قسمت آزمائی کی، پر لطف بات یہ ہے کہ دعویٰ کے مطابق ستر فی صد پولنگ ہونے کے باوجود ووٹ ڈالنے کا وقت ختم ہونے سے قبل ہی فتح وکامرانی کے نہ صرف زمزمے بلند ہوئے بلکہ کئی ملکوں نے حسینہ واجد کو مبارکبادی پیشگی ہی ارسال کر دی، اس صورت حال کی وجہ سے حزب مخالف کے اس دعوے کو تقویت ملتی ہے کہ انتخاب میں بے ضابطگی ہوئی، لیکن جب الیکشن کمشنر نے اس دعویٰ کو مسترد کر دیا تو شیخ حسینہ واجد کی منتخب حکومت کو ہلانے کی ہمت کون کر سکتا ہے، جو کرے گا وہ باغی قرار پائے گا اور ممکن ہے کہ جماعت اسلامی کے بعض ارکان کی طرح انہیں بھی پھانسی پر چڑھا دیا جائے، مغربی ممالک اور خود ہندوستان میں اس جیت کی پذیرائی اس لیے ہو رہی ہے کہ شیخ حسینہ واجد نے اپنے ملک میں اسلامی شدت پسندی کے مسئلہ کا بہت قابلیت کے ساتھ مقابلہ کیا ہے، سمجھا آپ نے؟

یادوں کے چراغ

نصر الاسلام عرف راجا بھائی مرحوم

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مدرسہ قاسمیہ بنی آباد ضلع مظفر پور کے صدر، اور اس حلقہ کی مشہور دعوتی، تبلیغی، سماجی اور سیاسی شخصیت جناب نصر الاسلام عرف راجا بھائی بن محمد شعیب بن محمد رمضانی بن مدار بخش بن سلطان بخش بن خیر الہدیٰ نے ۳/ جنوری ۲۰۱۹ء مطابق ۲۶/ ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ بروز جمعرات بوقت ۱۲/ بجے دن داعیٔ اجل کو لبیک کہا، وہ عرصہ سے عارضۂ قلب اور تنفس کے مرض میں مبتلا تھے، پٹنہ علاج کے لیے آئے تھے، اپنے عزیز ماسٹر خالد حسین صاحب کے یہاں پھلواری شریف میں مقیم تھے، علاج جاری تھا، بظاہر ٹھیک ٹھاک تھے، گفتگو کر رہے تھے، بستر پر لٹانے کو کہا، دو چار ہچکی آئی اور روح پرواز کر گئی، جنازہ بنی آباد لایا گیا اور اگلے دن جمعہ کی نماز کے معاً بعد مدرسہ قاسمیہ بنی آباد کے صحن میں راقم الحرف (محمد ثناء الہدیٰ قاسمی) نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور ان کی خواہش کے مطابق گاؤں میں داخل ہوتے وقت واقع پہلے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی، جنازہ میں اعزاء واقرباء اور مقامی حضرات کے ساتھ بڑی تعداد میں قرب وجوار کے علماء، اور ائمہ مساجد شریک ہوئے، جو ان کی مقبولیت ومحبوبیت کی دلیل تھی، شام میں مدرسہ کے دار القرآن میں ایک تعزیتی نشست منعقد ہوئی، جس کی نظامت مدرسہ کے ناظم مولانا محمد نظام الدین اسامہ ندوی نے کی، تعزیتی اجلاس سے مولانا محمد انوار اللہ فلک بانی وناظم ادارہ سبیل الشرعیہ آواپور شاہ پور، سیتا مڑھی، مولانا ڈاکٹر آفتاب عالم قاسمی استاذ اچھیوٹ کالج مہوا، ویشالی، مولانا عبد القوی صاحب صدر مدرس دار الملت رام پور سہگری مظفر پور، جناب ماسٹر حامد صاحب بنی آباد، جناب ماسٹر جمیل احمد صاحب، مولانا منظر الاسلام صاحب صدر مدرس مدرسہ اشرف العلوم پرسونی، مدھوبنی، ڈاکٹر عاصم ظفر صاحب، مولانا لطیف الرحمٰن صاحب استاذ مدرسہ قاسمیہ اور راقم الحروف نے خطاب کیا، شرکاء نے ان کے محاسن اور ان کی زندگی کی خصوصیات پر روشنی ڈالی، دعاء مغفرت اور پس ماندگان جن میں اہلیہ، چار لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں کے لیے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔

جناب نصر الاسلام کی پیدائش یکم اکتوبر ۱۹۴۹ء میں ان کی نانیہال رتن پورہ ضلع دربھنگہ میں ہوئی، ان کے مورث اعلیٰ سلطان بخش نقل مکانی کر کے چین پور، ابا بکر پور موجودہ ضلع ویشالی سے بنی آباد میں آبسے تھے، چنانچہ راجہ بھائی کی ابتدائی تعلیم وتربیت گاؤں ہی میں ہوئی، کانٹا ہائی اسکول کانٹا سے اچھے نمبرات سے میٹرک کا امتحان پاس کیا، اعلیٰ تعلیم کے لیے آر بی ٹی اس گورنمنٹ کالج مظفر پور جو اِن دنوں ٹنکی ساہ ہومیو پیتھ کالج کے نام سے معروف ہے، داخلہ لیا، لیکن گھریلو حالات تعلیم جاری رکھنے کے متحمل نہیں ہوسکے، اس لیے تعلیمی سلسلہ منقطع ہو گیا، شادی بنی آباد ہی کی مشہور ومعروف شخصیت جناب حاجی محمد جان مرحوم کی صاحبزادی سے ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس رشتہ میں برکت دی اور ہر دو خاندان کے لیے یہ رشتہ باعث فلاح وکامرانی ثابت ہوا۔

جناب نور الاسلام صاحب عرف راجہ بھائی کی زندگی سادگی کا نمونہ تھی، وہ مخلص انسان تھے، شعائر اسلام کی پابندی، ارکان اسلام کی ادائیگی، علماء، اور اہل دین سے تعلق، مظلوموں کی حمایت، ظالموں کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا، دوسروں کے کام آنا، دعوت وتبلیغ اور دینی تعلیم کے فروغ کے لیے فکر مندی، سماجی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا، بے پردگی اور عریانیت کے خلاف جد وجہد ان کی زندگی کا نصب العین اور ان کی خدمات کے جلی عناوین ہیں، علاقائی سطح پر لوگوں میں سیاسی شعور پیدا کرنے کے لیے بھی ان کی خدمات کو لوگ یاد رکھے ہوئے ہیں، انہوں نے بہت ساری غریب بچیوں کی شادی کرائی، موقع شادی کا ہو یا جنازہ کا، وہ سب سے پہلے متعلقہ افراد کے دروازہ پر نظر آتے، اور جس قسم کی ضرورت سامنے آتی، اس میں لگ جاتے، جنازہ کو غسل دینا، دلانا اور شادی کے موقع پر مزدور کم پڑ جائے تو برتن دھونے میں بھی انہیں عار نہیں آتا، اَنا اور اِگو (EGO) نام کی کوئی چیز ان کے اندر نہیں تھی، اس لیے خدمت کے جذبہ سے کسی بھی کام میں ان کو لگایا جاسکتا تھا، وہ جگت بھائی تھے، بڑے چھوٹے سب انہیں راجا بھائی ہی کہا کرتے تھے، میرا بنی آباد جانا ہوتا تو خبر ملتے ہی دوڑے آتے، گھر میں اگر کوئی خاص سالن پکا ہوتا تو لیتے آتے، دیر تک ساتھ بیٹھتے، مدرسہ قاسمیہ بنی آباد کی ترقی کے لیے باتیں کرتے، میں کہتا راجا بھائی، ''پرجا'' کو چھوڑ کر کہاں غائب ہوجاتے ہیں، کہتے کہ میں نام کا راجا ہوں، اصل راجا تو آپ لوگ ہیں، کم بولتے زیادہ خاموش رہتے، بولنے سے زیادہ سننے میں دلچسپی رکھتے، مسائل کو الجھانے کے بجائے سلجھانے پر زور دیتے، علماء کے خلاف بدگوئی اور زبان درازی پر ان کا غصہ دیدنی ہوتا۔

میرے مرحوم ساتھی حضرت مولانا عبد الرزاق قاسمیؒ نے جب بنی آباد میں مدرسہ قاسمیہ کے قیام کا خاکہ بنایا اس سے بہت پہلے سے وہ ان کے دست راست اور معاون بن چکے تھے، بنی آباد کا ماحول بدعت زدہ تھا، اس ماحول کو بدلنے میں مولانا عبد الرزاق قاسمیؒ کے ساتھ انہوں نے دعوتی اور تبلیغی جد وجہد کا آغاز کیا، مسلسل دعوتی اور تبلیغی اسفار کیے، دھیرے دھیرے یہ پورا ماحول بدلا اور بہت سارے لوگ تبلیغ کی محنت سے نماز وروزہ اور عقائد صحیحہ کی طرف رجوع ہوئے، ۱۹۹۲ء میں جب مدرسہ قاسمیہ قائم ہوا تو کام کو آگے بڑھانے میں انہوں نے مثالی جد وجہد کی، ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر انہیں مدرسہ کا صدر بنایا گیا، اپنی طاقت وقوت کے مطابق وہ مدرسہ کی فلاح وبہبود کے لیے پوری زندگی سرگرم عمل رہے، مولانا عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مدرسہ قاسمیہ کے لیے یہ دوسرا بڑا حادثہ ہے، کار جہاں رکتا نہیں ہے، لیکن جو شخصیت چلی جاتی ہے، ان کی کمی دیر تک محسوس کی جاتی ہے، خصوصا نصر الاسلام جیسے لوگ جو خدمت کے لیے ہی پیدا ہوتے ہیں، ان کی زندگی کا مقصد اوراوڑھنا بچھونا مدرسہ تھا، انہوں نے بہترین زندگی گذاری اور اچھی موت پائی، اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام دے۔ آمین یارب العالمین۔

کتابوں کی دنیا

تبصرہ کے لئے کتاب کے دو نسخے آنے ضروری ہیں

اسلام ہی کیوں؟

: ایڈیٹر کے قلم سے

اسلام ہی کیوں؟ جناب انیس الدین احمد صاحب مرحوم سابق امیر جماعت اسلامی ہند، حلقہ بہار (م ۲۲/ ستمبر ۱۹۷۲ء) کی معروف ومشہور تصنیف ہے، یہ اس کتاب کا نیا ایڈیشن ہے، جسے منشی زین العابدین فاؤنڈیشن ایل، بی روڈ چترپور رام گڈھ جھارکھنڈ نے شائع کیا ہے، اس کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۰ء میں طبع ہوا تھا، جو اب کمیاب ہی نہیں نایاب تھا، ایک سو بتیس صفحات کے اس کتاب کی کمپوزنگ مولانا محمد یار علی نے کی ہے، کتاب پر قیمت درج نہیں ہے، جناب انتخاب عالم چیرمین فاؤنڈیشن سے کتاب کے حصول کے لیے رابطہ کیا جاسکتا ہے، کتاب پر قیمت درج نہ ہو تو اس کا دو ہی مطلب ہوتا ہے، یا تو مفت دستیاب ہے، یا پھر کتب فروشوں کے لیے گنجائش رکھی جاتی ہے کہ وہ جتنی قیمت لے کر چاہے فروخت کردے، صاحب کتاب کا تعارف مولانا عبد الباسط ندوی کے شگفتہ قلم سے ہے، جس میں انہوں نے انیس الدین احمد صاحب کی زندگی کے مختلف ادوار واحوال کو مختلف کتابوں کے حوالے اور آنکھوں دیکھے لوگوں کی روایات سے درج کیا ہے، اس تعارف کو پڑھ کر جناب انیس الدین احمد صاحب کی دین کی راہ میں قربانی، اسلام کے لیے سپردگی اور بارگاہ ایزدی میں ان کے کامل اور مکمل بندگی کا عکس جمیل ہمارے سامنے آتا ہے، فاؤنڈیشن کے چیرمین کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسرے ایڈیشن کی تیاری اور اسے منظر عام پر لانے میں مولانا عبد الباسط ندوی صاحب کا اچھا خاصہ رول رہا ہے، مولانا کو اللہ تعالیٰ نے کسی بھی چیز کو سلیقہ سے پیش کرنے کا اچھا ملکہ عطا فرمایا ہے، یہی وجہ ہے کہ خود ان کی اپنی کتابوں کی بہ نسبت یہ کتاب خوبصورت اور دیدہ زیب چھپی ہے، سرورق سادگی کا مرقع ہے، لیکن جاذب نظر ہے۔

کتاب کے شروع میں تعارف وغیرہ کے بعد چند آیات قرآنی درج ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے دین اسلام اور جو لوگ اسلام کے علاوہ کسی دین کو قبول کیے ہوئے ہیں وہ اللہ کے نزدیک نا قابل قبول ہے بلکہ خسران کا سبب ہے، اللہ رب العزت نے دین اسلام کو پسند کر لیا، اس لیے ایمان والوں کو پورے طور پر اسلام میں داخل ہونا چاہیے، اور شیطان کے نقش قدم پر چلنے سے گریز کرنا چاہیے، کتاب کا انتساب ان لوگوں کے نام کیا گیا ہے جو اسلام پر مر مٹنے کا حوصلہ رکھتے ہیں، حالات کی سختی اور باطل کی سنگینی سے دل شکستہ نہیں ہوا کرتے۔

مصنف نے اس کتاب میں بتایا ہے کہ آج کی دنیا کوہ آتش فشاں کے دہانے پر ہے، جو مسیحائی کر سکتے تھے وہی بیمار ہو گیے ہیں، مصنف نے تفصیل سے دین ومذہب پر ظلم وستم اور اس کے اسباب کا ذکر کیا ہے، علم وحکمت، قوت وطاقت دولت وضروریات زندگی، خوراک، لباس مکان وغیرہ کے سلسلے میں اس وقت کی صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد لکھا ہے کہ ''آج ہماری دنیا علم، طاقت اور دولت تینوں سے مالا مال ہے اور یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ ہم کثرت وفراوانی کے دور میں رہتے ہیں، صورت حال کچھ ایسی ہے کہ ہر لمحہ کوئی نہ کوئی نئی اور عجوبہ روزگار نعمت ہماری گود میں پھینک دی جاتی ہے''، اس تجزیہ کے بعد انہوں نے مغربی تہذیب کی اہم بنیادوں کے ساتھ اصل خرابی تک پہونچنے اور قاری کو پہونچانے کی مستحسن کوشش کی ہے، اس ضمن میں الحاد، نظریہ، افادیت، لذتیت، لبرلزم، لادینیت، قوم پرستی، جدید جمہورت، ڈارونزم، جدلی عمل، میکڈوگل کا نظریہ، جبلت، فرائڈ کا نظریہ جنسیت، کشاکش آرزو وافزائش دولت، معیار زندگی وغیرہ موضوعات پر مدلل اور چشم کشا گفتگو فرمائی ہے، جس سے مصنف کے مطالعہ کی گہرائی اور گیرائی کا پتہ چلتا ہے، جناب ڈاکٹر حسن رضا نے ان کی دونوں کتابیں تلاش منزل اور اسلام ہی کیوں کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''ان دونوں کتابوں کی تحریر کا اسلوب تجزیاتی ہے، جس کی بنیادی خصوصیات وضاحت، منظمیت اور قطعیت ہے' ان خصوصیات نے اس کتاب کو عصری علوم وفنون کے حاملین کے لیے انتہائی مؤثر بنا دیا ہے، انہوں نے اس کتاب میں تہذیب نو کے تعمیر کردہ ذہن کا مقابلہ اسلامی تہذیب کے تعمیر کردہ ذہن سے کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام ہی تمام مسائل کا حل ہے، المیہ یہ ہے کہ جس تیزی سے دنیا نے مادی اعتبار سے ترقی کی ہے، اس سے بڑے پیمانے پر یہ روحانی اور اخلاقی زوال کا شکار ہوگئی، جس کا نقصان یہ ہوا کہ مادیت کے سیلاب میں ایمان ویقین اور معرفت حق، خود شناشی اور خدا شناشی کے جوہر انسانی زندگی سے خش وخاشاک کی طرح بہہ گیے، مادیت اور روحانیت میں جو فطری اور قدرتی توازن ہونا چاہیے وہ باقی نہیں رہا، جس کی وجہ سے مادیت ہمارے لیے ہلاکت وبربادی کا سبب بن رہی ہے۔

جناب انیس الدین احمد صاحب نے دعوت دین کے لیے اپنے کو وقف کر دیا تھا، بلکہ کہنا چاہیے کہ اس کام میں وہ مرتبہ فنائیت پر فائز تھے، اس لیے اس کتاب میں ان کا سوز دروں جھلکتا نہیں، چھلکتا نظر آتا ہے، اور یہ ہونا ہی تھا، اس لیے کہ جناب انیس الدین احمد صاحب نے جس وقت اس کام کا بیڑا اٹھایا، قیم اور امیر جماعت اسلامی ہند حلقہ بہار بنائے گئے، یہ وہ دور تھا جب جماعت اسلامی کے عہدے کو قبول کرنا اپنے کو ابتلا وآزمائش میں ڈالنا تھا، لوگ عہدہ ملنے پر مبارکبادی نہیں، تعزیت کے لیے آیا کرتے تھے، جناب انیس الدین احمد صاحب نے اس دور میں تحریر وتقریر کے ذریعہ اسلام ہی کیوں؟ کا جواب دیا، انیس الدین احمد صاحب کی یہ تحریر اس زمانہ میں جس قدر مفید تھی، آج اس کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے، منشی زین العابدین فاؤنڈیشن نے اسے طبع کرا کر ہم سب لوگوں کو استفادہ کا موقع دیا، اس کے لیے فاؤنڈیشن ہم سب کی جانب سے شکریہ کی مستحق ہے۔

مسلمان لڑکیاں ارتداد کے دہانے پر

مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی

ملک کے مختلف علاقوں سے یہ روح فرسا خبریں مسلسل آرہی ہیں کہ مسلمان لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں سے شادی کررہی ہیں اور اپنا دین وایمان اور ضمیر وحیا بیچ کر اپنے خاندان اور اپنے سماج اور معاشرے پر بدنامی کا داغ لگارہی ہیں، اس طرح کے اکا دکا واقعات پہلے بھی پیش آتے رہے ہیں؛ لیکن ادھر چند برسوں سے باضابطہ پلاننگ کے تحت مسلمان لڑکیوں کو جال میں پھنسایا جارہا ہے اور آئے دن ان لڑکیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، جو بے حیائی کے راستے پر بڑھتے ہوئے ارتداد تک پہونچ رہی ہیں، گذشتہ سال مسلم پرسنل لا بورڈ کے ایک پروگرام میں مہاراشٹر کے مشہور شہر پونہ جانا ہوا تو ایک صاحب ملنے کے لئے آئے، انہوں نے بتایا کہ ان کی بھانجی کالج میں پڑھتی تھی، کالج کے قریب ایک دلت نوجوان کینٹین چلاتا تھا، اس کے دام محبت میں پھنس کر بھانجی نے کورٹ میرج کر لی اور کئی مہینے اس کے ساتھ رہی، پھر بہت سمجھانے بجھانے کے بعد واپس آئی اور ہم نے اسے دوبارہ کلمہ پڑھوایا، ایمان میں داخل کیا؛ مگر اب بھی وہ اسی کے پاس جانے کی ضد کرتی ہے، روتی ہے اور ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں وہ دوبارہ اس کے پاس نہ چلی جائے۔ ان صاحب کے چلے جانے کے بعد پونہ کے چند ذمہ دار احباب نے بتایا کہ ہمارے یہاں پچھلے ایک سال میں (اکتوبر ۲۰۱۶ء سے اکتوبر ۲۰۱۷ء تک) ۴۴ر مسلمان لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ شادی کر چکی ہیں، ابھی چند دن پہلے خاص اسی مسئلے سے متعلق پونہ کے احباب ملنے کے لئے آئے تو انہوں نے بتایا کہ اگست میں ۱۱ر مسلمان لڑکیوں کی غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ شادی کی درخواستیں دائر ہوئی ہیں اور پچھلے مہینے (ستمبر) میں ۱۲ر لڑکیوں نے درخواست دی ہے۔ مہاراشٹر کے دوسرے اور شہروں سے بھی اس طرح کی خبریں آرہی ہیں چنانچہ بمبئی میں ۱۲، تھانے میں ۷، ناسک میں ۲ر اور امراوتی میں ۲ر لڑکیوں نے شادی کی درخواست دی ہے، یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہئے کہ صرف مہاراشٹر میں ہی ایسے واقعات نہیں ہورہے ہیں بلکہ ملک کی مختلف ریاستوں سے برابر خبریں موصول ہورہی ہیں، اگست کے وسط میں بھوپال جانا ہوا تھا، وہاں مسلم پرسنل لا بورڈ کی اصلاح معاشرہ کمیٹی برائے خواتین کی ذمہ دار بہنوں نے بتایا کہ بھوپال کی گنجان مسلم آبادی والے ایک علاقے میں اس طرح کے دسیوں واقعات ہو چکے ہیں اور صرف غیر شادی شدہ لڑکیاں ہی نہیں شادی شدہ عورتیں بھی اپنے شوہر اور بچوں کو چھوڑ کر غیر مسلموں کے ساتھ چلی گئی ہیں، دہلی سے ملی اطلاعات کے مطابق جھونپڑپٹی والے علاقے میں بسنے والی مسلمان لڑکیاں فرقہ پرست عناصر کی اس منصوبہ بند سازش کا ''لقمۂ تر'' بنی ہوئی ہیں، گذشتہ شعبان میں احمد آباد حاضری ہوئی تو وہاں کے علماء نے بتایا کہ ہمارے یہاں ہر دوسرے تیسرے دن سوشل میڈیا پر خبر آتی ہے کہ فلاں مسلمان لڑکی کسی غیر مسلم لڑکے کے ساتھ گھر سے بھاگ گئی ہے یا فلاں لڑکی نے کورٹ میرج کی عرضی داخل کی ہے، بات یہیں تک محدود نہیں ہے؛ بلکہ ان لوگوں نے یہاں تک بتایا کہ مسلمان لڑکیوں کو رجھانے، قریب کرنے اور پھر ان کا جنسی استحصال کرنے کے لیے گراں قیمت تحفے دیئے جاتے ہیں، مثلاً مہنگے موبائیل، آئی پیڈ، لیپ ٹاپ، ایکٹیوا بائک وغیرہ، باضابطہ ان کی ''فنڈنگ'' کی جارہی ہے اور ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت انہیں اس کام پر لگایا گیا ہے، اوپر بھی یہ بات میں نے لکھی ہے اور اب دوبارہ وضاحت کے ساتھ لکھنا چاہتا ہوں کہ یہ اتفاقی واقعات نہیں ہیں؛ بلکہ ان کے پیچھے ایک سونچا سمجھا منصوبہ کام کررہا ہے، ''لو جہاد'' نام کی کوئی چیز اس ملک میں نہیں ہے، البتہ یہ ''شوشہ'' صرف اس لئے چھوڑا گیا تھا کہ ہندو نوجوانوں میں ''انتقامی جذبہ'' ابھارا جائے اور خود مسلمانوں کو ''لو جہاد'' میں الجھا کر اندرون خانہ مسلمان لڑکیوں کو تباہ وبرباد کرنے کا کھیل کھیلا جائے، پہلے یہ بات ڈھکی چھپی رہی بھی ہو تو اب ڈھکی چھپی نہیں رہ گئی ہے، پچھلے سال چند ایسے ہی روح فرسا واقعات کی وجہ سے اس عاجز نے اس پورے مسئلے پر اپنے طور پر تحقیق کی اور اپنے بعض احباب کو بھی اس کام پر لگایا، اس کے جو نتائج سامنے آئے، وہ حیران کن بھی تھے اور انتہائی تشویش ناک بھی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب سے ان باتوں کو لکھوں۔

(۱) باضابطہ ایسے ہندو جوانوں کی ایک ٹیم تیار کی گئی ہے، جن کا کام ہی محبت کے نام پر مسلمان لڑکیوں کو تباہ وبرباد کرنا ہے، یہ لوگ پہلے ہمدردی کے نام پر کسی مسلمان لڑکی سے قریب ہوتے ہیں، پھر محبت کا فریب دیتے ہیں اور شادی کا وعدہ کرتے ہیں اور پھر جنسی استحصال کا مرحلہ شروع ہوجاتا ہے اور جب وہ لڑکی عفت وعصمت کا گوہر لٹا چکتی ہے اور اس لڑکے سے شادی کا اصرار کرتی ہے تو پھر کورٹ میں کورٹ میرج کی درخواست دی جاتی ہے۔

میرے علم کے مطابق ایک مہینے کے بعد اس درخواست پر عمل درآمد ہوتا ہے، یہ مدت اس لئے بھی رکھی گئی ہے کہ اگر گھر والوں، یا کسی اور کو کوئی اعتراض ہو تو وہ کاروائی کرسکتا ہے (اس سلسلے میں جو دھاندلی کی جارہی ہے اس کا تذکرہ کسی اور مضمون میں کروں گا، ان شاء اللہ) گھر والوں کو نوٹس جاری کرنا بھی لازمی اور ضروری ہے، جس کے ذریعے یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ کا لڑکا/لڑکی نے کورٹ میرج کی عرضی داخل کی ہے، اب جب یہ درخواست داخل ہوتی ہے تو خود وہ شادی کی درخواست دینے والا نوجوان کسی ذریعہ سے اس درخواست (جس پر مسلمان لڑکی اور غیر مسلم لڑکے کا فوٹو ہوتا ہے کہ یہ دونوں شادی کرنے جارہے ہیں) کی تصویر لے کر کسی اور کے ذریعے سوشل میڈیا پر وائرل کروادیتا ہے، جب مسلمانوں کو خبر ہوتی ہے تو وہ اس شادی کو روکنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں، سماجی دباؤ بنایا جاتا ہے، نتیجتاً شادی رک جاتی ہے، اب لڑکی کی نگاہ میں مجرم ہوتے ہیں اس کے ماں باپ، بھائی بہن اور اس کے سماج اور مذہب کے لوگ اور خود اس غیر مسلم لڑکے کو ''کلین چٹ'' مل جاتی ہے اور وہ انتہائی ''معصوم دیوتا'' کے روپ میں سامنے آتا ہے، لڑکی بدنام ہوگئی، خاندان پر ننگ وعار کا دھبہ لگ گیا اور یہ لڑکی ہمیشہ کے لیے ''ڈپریشن'' کا شکار ہوگئی اور ایک باوقار اور پاکیزہ زندگی اور بہترین خاندانی نظام کی تشکیل اور قیام سے محروم ہوگئی، کہیں اس کا نکاح بھی ہوجائے تو وہ اچھی زندگی نہیں گذار سکتی اور اگر نکاح نہ ہو تو پھر چوری چھپے اس لڑکے سے ملنے، ناجائز تعلقات قائم کرنے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

(۲) اس سے آگے کی شکل یہ ہے کہ محبت کے فریب میں پھنسا کر اور جذباتی طور پر اپنے آپ سے قریب کر کے ''ترک مذہب'' پر آمادہ کیا جاتا ہے اور باضابطہ شادی کر کے چند مہینے، یا سال بھر ساتھ میں رکھا جاتا ہے، اس کے بعد آئے دن کے جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں، چونکہ اس شادی کی وجہ سے یہ لڑکی اپنے خاندان اپنے سماج سے بالکل کٹ چکی ہوتی ہے؛ اس لئے اب واپسی کے دروازے بند ہوچکے ہوتے ہیں؛ اس لئے اسی ''شوہر'' کے ساتھ رہنا اس کی مجبوری ہے، جس سے فائدہ اٹھا کر وہ شوہر اپنی اس بیوی سے جسم فروشی کرواتا ہے، یا پھر طلاق دے کر در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کردیتا ہے۔

(۳) اس گھناونے کھیل کا سب سے بڑا اور کھلا میدان کالجس ہیں، جہاں کی مخلوط تعلیم نے اس کھیل کے لئے بہترین اور محفوظ اسٹیج فراہم کیا ہے، کتنے غیر مسلم لڑکے ہیں جن کو فرقہ پرست تنظیموں کی طرف سے اچھی اردو سکھانے اور بہترین اردو شاعری کی تعلیم دینے کا انتظام کیا گیا ہے، مسلمان لڑکی کو دام فریب میں پھنسانے کے لئے وہ اس ہنر کا بھی استعمال کرتے ہیں، اور کچی عمر کی جوان لڑکیاں بہت جلد اس ہتھکنڈے سے متاثر ہو کر ان کی آغوش میں چلی جاتی ہیں، اور پھر یہی بے حیائی انہیں ارتداد کی شاہراہ تک پہونچا دیتی ہے۔ (العیاذ باللہ)

کالج کے علاوہ ٹیوشن کلاسیس بھی اختلاط، بے حیائی اور پھر دین وایمان سے محرومی کا ذریعہ بن رہی ہیں، پڑھنے والے طلبہ تو شکاری بنے ہی ہوئے ہیں، پڑھانے والے ٹیچرس اور پروفیسرس بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہے ہیں، ایسے واقعات بھی سامنے آچکے ہیں کہ کسی ٹیچر نے نوٹس دینے کے بہانے گھر بلایا اور پھر ورغلا کر یا زبردستی اس لڑکی کے ساتھ غلط حرکتیں کیں اور خفیہ طریقے سے اس کا ویڈیو بنالیا اور بعد میں وہی ویڈیو دکھا کر اس لڑکی کو بلیک میل کرنے کا سلسلہ شروع کردیا گیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لڑکی غیروں کے ہاتھوں میں ''کھلونا'' بن گئی، مہاراشٹر کے ''پربھنی'' شہر کے بعض احباب نے یہ اطلاع دی کہ اس طرح کے ویڈیو باضابطہ ٹیچرس نے ایک دوسرے کو بھیجے اور اس پر اس طرح کے تفریحی جملے لکھے کہ ''دیکھا میں نے کیسے بیوقوف بنایا'' یا ''اس لڑکی کو میں نے کیسے خراب کیا؟'' اس طرح کے ویڈیو کا یہ نتیجہ بھی سامنے آیا کہ لڑکی کا نکاح ہونے کے بعد بھی گھر اجاڑ دینے کی دھمکی دے کر نکاح کے بعد بھی جنسی استحصال کیا گیا اور اپنے آپ کو بچانے کے لیے وہ ''لڑکی'' ہر قسم کے مطالبات پورے کرتی رہی۔

(۴) جو مسلمان لڑکیاں دینی ذہن، یا گھر کی تربیت کی وجہ سے کچھ محتاط ہوتی ہیں، ان کو قابو میں لانے کے لئے دوسری غیر مسلم لڑکیوں کا سہارا لیا جاتا ہے، وہ لڑکیاں اس لڑکی سے دوستی کرتی ہیں اور پھر وہ اپنے بھائی یا دوست کی حیثیت سے غلط قسم کے لڑکوں سے ان کا تعارف کراتی ہیں اور پھر بات بڑھتے بڑھتے بے حیائی، یا ارتداد تک پہونچتی ہے۔

(۵) موبائیل اور زیراکس کی دوکانوں کے ذریعے بھی مسلمان لڑکیوں کے نمبر اور ان کی تصویریں اور دوسری معلومات ان لڑکوں تک پہونچائی جارہی ہیں، جو اس کام پر لگے ہوئے ہیں، ویسے بھی سوشل میڈیا کے ذریعے مسلمان لڑکیوں تک پہنچنا آسان ہوگیا ہے، مسلمان بن کر بھی بعض غیر مسلم لڑکے مسلمان لڑکیوں سے فیس بک وغیرہ پر دوستی کرتے ہیں، اور جب بات آگے بڑھ جاتی ہے اور ملاقاتیں شروع ہوجاتی ہیں اور یہ راز کھلتا ہے کہ ''محبوب'' مسلمان نہیں ہے غیر مسلم ہے، تب تک بہت دیر ہو چکی ہوتی ہے۔

(۶) مسلمان لڑکیوں کو ورغلانے اور دام فریب میں پھنسانے کے لئے روپئے پیسے کا بھی بے دریغ استعمال کیا جارہا ہے، کئی علاقوں سے یہ خبر مل چکی ہے کہ بڑے قیمتی تحفے مسلمان لڑکیوں کو دئے جاتے ہیں اور ان کے ذریعے ان کے دل میں جگہ بنائی جاتی ہے، اسی طرح ہمدردی کا ہتھیار بھی استعمال کیا جاتا ہے، کسی ذریعہ سے اگر معلوم ہوگیا کہ یہ لڑکی پریشان ہے، یا اس کے گھر کے حالات اچھے نہیں ہیں، یا پھر یہ کہ اس کے گھر کے لوگ اس پر توجہ نہیں دیتے ہیں تو فوراً ''بھیڑ کی کھال'' اوڑھ کر کوئی بھیڑیا سامنے آجاتا ہے اور مصنوعی ہمدردی کا ڈرامہ رچاتا ہے اور پریشانیوں اور مشکلات سے جوجھ رہی لڑکی اسے اپنا ہمدرد سمجھ کر اس کے قریب ہوتی جاتی ہے، یہاں تک کہ عفت وعصمت کا گوہر لٹا بیٹھتی ہے، یا پھر فریب محبت میں گرفتار ہو کر دین وایمان تک سے محروم ہوجاتی ہے، یہ صورت حال ایسی سنگین ہے جس پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ پانی سر سے نہیں چھت سے اونچا ہوتا جارہا ہے۔ ہم کب بیدار ہوں گے؟ ہم اپنی بہنوں، بچیوں اور بیٹیوں کو بچانے کے لیے کب آگے آئیں گے؟ خواب غفلت کب تک؟ نظر انداز کرنے کا مزاج کب تک؟ جب حالات ایمرجنسی کے ہوں، جب معاملات سنگین صورت حال اختیار کرلیں، جب دین وایمان پر یلغار کی جائے، جب عفت وعصمت کے سودے چکائے جائیں، جب منظّم منصوبے کے تحت مسلمان لڑکیوں کی زندگیاں تباہ وبرباد کی جائیں، اس وقت خاموشی جرم ہے، سنگین جرم! ایسے حالات میں کم اہم یا کم ضروری مسائل پر توجہ دینا زیادتی ہے، بدترین زیادتی! یہ ایسا اہم مسئلہ ہے جسے مسجد کے محراب ومنبر سے بیان کیا جائے، جسے جلسوں اور مجلسوں کا موضوع بنایا جائے، جس کے پیش نظر خاندانی نظام کی اصلاح پر بھرپور توجہ دی جائے، جس کی وجہ سے اپنے گھر کی بچیوں پر کڑی نظر رکھی جائے، خطرے کی تلوار سر پر لٹکتی ہوئی محسوس کر کے مخلوط تعلیم سے بچنے اور غیر مخلوط تعلیمی نظام کے قائم کرنے کی فکر کی جائے، ارتداد کی بڑھتی پھیلتی لہر کو روکنے کے لیے مندرجہ ذیل احتیاطی تدابیر پر عمل ضروری ہے۔

(۱) اسلامی نظام کے مطابق مسلمان بچیوں کو پردے کا پابند بنایا جائے، ان میں حیاداری، عفت وعصمت کی حفاظت کا جذبہ اور عقیدۂ توحید ورسالت کی عظمت پیدا کی جائے۔ روزانہ ہمارے گھروں میں آدھے گھنٹے ہی سہی کسی اچھی مستند اور ذہن ودل کو متاثر کردینے والی کتاب کی تعلیم کی جائے۔

(۲) مخلوط نظام تعلیم سے اپنی بچیوں کو بچایا جائے، غیر مخلوط تعلیمی نظام کے قیام پر بھرپور توجہ دی جائے اور محفوظ ماحول میں معیاری تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

(۳) جو لڑکیاں اسکولوں اور کالجوں میں پڑھ رہی ہیں، ان کی دینی تعلیم وتربیت اور ذہن سازی کی بھرپور کوشش کی جائے، ان کی عادات، اطوار، اخلاق پر پوری نظر رکھی جائے، کردار سازی میں معاون بننے والا لٹریچر انہیں مطالعے کے لئے دیا جائے۔

(۴) ٹیوشن کلاس کے نام پر اجنبی لڑکوں سے اختلاط کا موقع نہ دیا جائے، کسی ٹیچر یا ساتھی طالب علم کے گھر پر کسی تعلیمی ضرورت کے نام سے بھی جانے کی اجازت نہ دی جائے، کالج لانے لے جانے کا خود انتظام کیا جائے۔

(۵) اینڈرائڈ موبائیل اور بائک خرید کر نہ دی جائے، یہ دونوں چیزیں بے حیائی کے دروازے کھولنے والی اور عفت وعصمت کی تباہی کے دہانے تک پہونچانے والی ہیں۔

(۶) موبائیل ریچارج یا زیراکس کے لیے غیر مسلموں کی دوکان پر جانے کی اجازت نہ دی جائے، اسی طرح کالج کے اندر یا اس سے قریب غیر مسلموں کے کینٹین سے بچنے کی ہدایت دی جائے۔

(۷) غیر مسلم لڑکیوں کی دوستی سے بھی روکا جائے کہ آئندہ یہ دوستی بھی کسی فتنہ کا دروازہ بن سکتی ہے۔

(۸) بچیوں کے مسائل اور ان کو پیش آنے والی پریشانیوں پر توجہ دی جائے، یاد رکھیں! گھر میں توجہ کی کمی باہر کا راستہ دکھاتی ہے۔

(۹) اگر بچیاں کسی تعلیمی ضرورت سے انٹرنیٹ استعمال کررہی ہیں تو ان کی بھرپور نگرانی کی جائے؛ اس لئے کہ بھٹکنے اور بہکنے کے اکثر دروازے انٹرنیٹ کے ذریعہ کھلتے ہیں۔

جہیز کے چور دروازے

محمد طارق اعظم قاسمی

گھبرائیں نہیں مقصد تحریر یہ نہیں ہے کہ میں جہیز کی لغوی اور فنی تحقیق پیش کروں۔ اصل میں اس جہیز کی وسعت اور ہمہ گیریت کو دکھلانا چاہتا ہوں، جسے میں نے جہیز کے چور دروازے سے تعبیر کیا ہے، کچھ وسعت اور ہمہ گیریت کا اندازہ تو لغت سے ہو ہی گیا ہوگا اور مزید وسعت اور ہمہ گیریت کے لیے ذیل کے چند چور دروازے ملاحظہ کریں:

۱- ہمیں تو کچھ نہیں چاہیے ویسے آپ اپنی بیٹی اور صاحبزادی کو خوشی سے جو دینا چاہیں ہمیں اس سے کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔

۲-آپ اپنی بیٹی اور صاحبزادی کو کیا دے رہے ہیں؟

۳-مطالبہ کچھ تو نہیں ہے، مگر گھر میں ریفریجریٹر اور واشنگ مشین وغیرہ کی ضرورت ہے۔

۴-گھر میں تو سبھی کچھ موجود ہے؛ مگر یہ بیٹے کا روزانہ بازار مارکیٹ وغیرہ آنا جانا لگا رہتا ہے۔ بین السطور سے سمجھ ہی گئے ہوں گے، مقصد کیا ہے؟

یہ مشتے نمونہ از خروارے چند چور دروازے ہیں، اس کے علاوہ اور بھی چور دروازے ہیں جو چور حضرات معاف کیجیے گا شریف حضرات ایسے موقعوں پر اپنی شرافت کا اعلیٰ مظاہرہ کرتے ہوئے ان چور دروازوں کا استعمال کرتے ہیں۔ میں نے اپنے ایک دیرینہ رفیق سے جب ان چور دروازوں کا ذکر کیا تو انھوں نے برملا اور برجستہ یہ کہا کہ یہ چور دروازے کہاں یہ تو کھلے دروازے ہیں، پہلے خیال تھا کہ میری یہ رائے شدت پر مبنی ہے، پر اس تبصرے کے بعد اندازہ ہوا کہ میری رائے نرم اور مبنی بر احتیاط ہے۔ خوشی سے دینے کی بات زیادہ کی جاتی ہے، اس میں شرفا کچھ حرج نہیں سمجھتے ہیں؛ بلکہ اسے محمود خیال کرتے ہیں۔ آیئے اس کا ذرا دقت نظر سے جائزہ لیتے ہیں۔

لڑکیوں کے والدین جہیز، یا تو سماج اور معاشرے کے دباؤ میں دیتے ہیں، یا دفعِ ظلم کے طور پر دیتے ہیں کہ ان کی لاڈلی کو ان کے سسرال میں ظلم وستم کا تختۂ مشق نہ بنایا جائے یا پھر اپنی نام ونمود کے لیے دیتے ہیں۔ بیٹی کی محبت ان تینوں کے ذیل میں آجاتی ہو تو خیر ہے، ورنہ اس کا وجود شاذ ہی ہے، اور اگر شرفا کے اس دعوے کو تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہ برضا ورغبت اس مقدس جہیز کو دے رہے ہیں، تب بھی یہ دینا ناپسندیدہ ہے، اتنی بڑی بات میں بڑی ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں، اس کی دو بڑی وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ: فقہ کا ایک مشہور قاعدہ ہے ''المعروف کالمشروط'' اس کا مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں معاشرے میں چل پڑتی ہیں یا عام اور معروف ہو جاتی ہیں تو اب ایسی چیزیں شرط کی مانند ہو جاتی ہیں، خواہ صاحب معاملہ نے اس کا ذکر کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ اس اصول کی روشنی میں خوشی سے جہیز دینے کو دیکھیں کہ اس جہیز کے لین دین کا رواج اس قدر بڑھ چکا ہے کہ بغیر اس کے نکاح اور شادی جیسے مقدس فریضے کا تصور ہی نہیں کہ ادھر بیٹی کے نکاح کا خیال آیا اور اسی دم چشم تصور میں جہیز نے آکر غریب والدین کا منہ چڑایا۔ جہیز کے اس چلنِ بد کی انتہا یہ ہے کہ اگر لڑکے والے منع بھی کریں تو یہ لڑکی والے اپنی نیک نیتی کے ساتھ اس منع کو خواہ حقیقی ہی کیوں نہ ہو مجاز پر محمول کرتے ہوئے رسمی سمجھ کر سنی اَن سنی کر دیتے ہیں اور بیٹی کے باپ ہونے کا حق پورا نبھاتے ہیں۔ گویا لڑکے کی جانب سے مطالبہ ہو یا نہ ہو یہ جہیز ملنی ہی ہے اور لڑکے والے خواہ انھوں نے زبان سے کچھ نہ کہا ہو؛ مگر دل سے اس کے متمنی اور منتظر رہتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔

دوسری وجہ: فقہ کا ایک مسلم اصول ہے کہ امر مستحب پر اصرار جائز نہیں ہے۔ مستحب کسے کہتے ہیں اور امر مستحب پر اصرار کا کیا مطلب ہے؟ اس کی تفصیل کے لیے کتاب المسائل کا یہ اقتباس ملاحظہ کریں: ''اصطلاحِ شریعت میں جس عمل پر ادب اور مستحب کا اطلاق کیا جاتا ہے اس کی حیثیت یہ ہے کہ اگر اسے اختیار کیا جائے تو ثواب ملے گا اور اگر عمل نہ کیا جائے تو کوئی گناہ نہ ہوگا۔ ولها آداب تركه لا يوجب إساءة، ولا عتاباً كترك سنة الزوائد لكن فعله أفضل. (درمختار مع الشامی بیروت، درمختار زکریا)

مذکورہ بالا صراحت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ کسی مستحب امر پر اس قدر اصرار کرنا کہ اس کے نہ کرنے والے پر طعن وتشنیع کی نوبت آجائے یہ قطعاً جائز نہیں ہے اور اگر کسی جگہ مستحب کو ایسی مبالغہ آمیز حیثیت دی جانے لگے تو پھر عارض کی وجہ سے وہ مستحب، مستحب نہ رہے گا؛ بلکہ قابلِ ترک ہو جائے گا؛ تاکہ شرعی احکام کے درجات کا بھرپور تحفظ کیا جا سکے۔ اس سلسلہ میں ہمیں بہترین رہنمائی سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اس ارشاد سے ملتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص اپنے عمل میں شیطان کا حصہ نہ رکھے اور یہ نہ سمجھے کہ اس پر نماز کے بعد دائیں جانب ہی رخ کر کے بیٹھنا ضروری ہے؛ اس لیے کہ میں نے خود آں حضرت ﷺ کو بائیں جانب بیٹھتے ہوئے بھی دیکھا ہے۔ یعنی دائیں طرف رخ کرنا گو کہ مستحب ہے؛ مگر اس پر اصرار کرنا شیطانی عمل ہے، جس سے بچنے کی صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تلقین فرما رہے ہیں۔ عن ابن مسعودؓ قال: لا يجعلن أحدكم للشيطان من نفسه جزئاً لا يرى إلّا أن حقاً عليه أن لا ينصرف إلا عن يمينه، أكثر ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ينصرف عن شماله. (مسلم شریف، حدیث: ، موسوعۃ آثار الصحابۃ، کتاب المسائل جلد اول)

اس اقتباس کی روشنی میں خوشی سے دی جانے والی جہیز کو دیکھیں کہ یہ مستحب کے دائرے میں بھی نہیں آتا ہے اور اس پر اصرار کس قدر ہے اس کی تفصیل پہلے آچکی ہے کہ اس کے بغیر نکاح کا تصور ہی ناممکن سا ہے، آج کل کی شادی میں پلنگ اپنے تمام لوازمات کے ساتھ جیسے گدا، چادر، تکیہ وغیرہ کے ایک نہیں کئی سیٹ، دولہا کے لیے مستقل آرائشی سامانوں سے بھرا لگژری سوٹ کیس، الماری، کرسی، ٹیبل پنکھے، برتنوں کے کئی سیٹ، فریج، واشنگ مشین اور حسب حیثیت گاڑی، ٹی وی اور بھی دیگر ساز وسامان اس طرح سے دیئے جاتے ہیں گویا کہ شریعت مطہرہ نے اسے فرض قرار دیا ہے اور ان ساز وسامان کے بغیر شادی ہی منعقد نہیں ہوتی۔ حیثیت والے حیثیت سے زیادہ تو دیتے ہی ہیں اور جو حیثیت نہیں رکھتے وہ بیچارے بھاری بھرکم قرض اور لون لے کر اس کی قیمت چکاتے ہیں۔ جہیز ایک امر مستحب بھی نہیں اور مزید اس پر اصرار۔ کیا اس کا ترک ہمارے لیے اب بھی واجب نہیں ہونا چاہیے؟

خدارا ان دو مذکورہ شرعی اصولوں کی بنیاد پر خود فیصلہ کریں اور اپنے ضمیر اور دل کے مفتی سے فتوی لیں کہ کیا جہیز کی مروجہ شکل لائقِ اختیار ہے؟ اکثر لڑکے اور لڑکیاں ایسے ہیں جن پر نکاح فرض یا واجب ہے؛ مگر سماج کے ظالمانہ رسوم ورواج اور جہیز کے انھیں چور دروازوں کی وجہ سے یہ نکاح کر نہیں پا رہے ہیں یا ان کا نکاح ہو نہیں پا رہا ہے، اور نئی نسل کی ایک بڑی تعداد اسی وجہ سے سنگین گناہوں میں مبتلا ہو رہی ہے۔ گویا کہ جہیز کے یہ چور دروازے اور ظالمانہ رسمیں نکاح جیسے مقدس فرض کی ادائیگی میں رکاوٹ بن رہے ہیں، تو کیا دفع ظلم اور دفع گناہ کے لیے اس رکاوٹ کا دور کرنا ضروری نہیں ہے؟ اسلام کی ایک امتیازی خوبی یہ بھی ہے کہ گناہوں اور جرائم پر پابندی لگانے کے ساتھ ساتھ ان ذرائع اور راستوں پر بھی پابندی لگاتا ہے جو ان گناہوں اور جرائم تک پہنچانے والی ہوتی ہیں۔ نظر بد پر اسلام نے پابندی اسی لیے لگائی کہ یہ زنا کے لیے آلہ کار ہے۔ کیا اب یہ ضروری نہیں ہے کہ جہیز کے ان چور دروازوں کا بالکلیہ سد باب کیا جائے، اور اس کے ہولناک شر سے انسانیت کو بچایا جائے؟

یہ تو پہلے فریق کا ذکر خیر ہوا، اب دوسرے فریق کا بھی ذکر خیر سن لیں کہ بعض قارون صفت نشہ مال سے سرشار اور اس کی محبت میں غرق ہو کر باوجود فریق اول (لڑکے والوں) کے منع اور انکار کے اسراف، فضول اور پیسوں کو پانی کی طرح بہانے پر مصر رہتے ہیں، اور معذرت کے ساتھ، اس فضول خرچی کا اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت اور محبت سے تو دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، اور نا ہی اس فضول خرچی کا تعلق بیٹی کی محبت سے ہوتا ہے؛ بلکہ اس کا رشتہ اور تعلق محض تفاخر، نمود وریا اور اپنی بدنام شہرت سے ہوتا ہے۔ اس کا نفس اور شیطان یہ کہہ کر تسلی دیتا رہتا ہے کہ یہ تیرا مال ہے تجھے مکمل اختیار حاصل ہے کہ تو اسے جیسے چاہے جہاں چاہے خرچ کر۔ اس دھوکے میں یہ بھول جاتا ہے کہ مال تو درکنار اپنے جسم وجاں پر بھی اسے مکمل اختیار حاصل نہیں ہے؛ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمت ہے جو بہ طور امانت اس کے پاس ہے۔ امانت میں خیانت ایک مسلم مانا ہوا سنگین جرم ہے۔ مال کہاں سے، کیسے کمانا اور کہاں کیسے خرچ کرنا ہے؟ اسلام نے اس کی پوری تفصیل بیان کی ہے۔ شادی کی یہ شاہ خرچیاں فضول خرچی کے ذیل میں آتی ہیں، فضول خرچی اسلام میں انتہائی ناپسندیدہ عمل ہے، قرآن حکیم میں فضول خرچوں کو شیطان کا بھائی کہا گیا ہے۔ یعنی ریا، نمود وشہرت، اسراف اور فضولی خرچی کی وجہ سے بھی جہیز کے ان چور دروازوں کی گنجائش نہیں ہے۔

اخلاقی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو جہیز کے چور دروازوں کی نوعیت اور بھی سنگین ہو جاتی ہے۔ اس رسمی اور نمائشی جہیزوں کو دیکھ کر اعزہ، اقربا اور پڑوسیوں میں سے کتنے ہی ایسے ہوتے ہوں گے جن کا سینہ شق ہو جاتا ہوگا، آنکھیں آنسوؤں سے بھر جاتی ہوں گی اور کتنے ہی تمناؤں اور ارمانوں کا خون ہوتا ہوگا۔

یہ محض مبالغہ آرائی نہیں ہے؛ بلکہ آپ چشم بصیرت سے دیکھیں گے تو آپ کو بھی اس خوشی کے ماحول میں غم کی یہ تصویریں چلتی پھرتی نظر آئیں گی۔ اس کے علاوہ اور بھی اخلاقی قباحتیں معاشرتی اور سماجی برائیاں وغیرہ اس میں پائی جاتی ہیں۔ اخلاقی نقطہ نظر سے بھی ان چور دروازوں کے لیے کوئی جواز کا پہلو نظر نہیں آتا ہے۔

بعض دریدہ دہن اپنے اس عمل بد کے جواز میں جہیز فاطمی کو پیش کرتے ہیں، گویا بے خبری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن عدالت کو داغدار کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طور پر کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ قدر ضرورت سامان صرف حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو ہی نکاح کے موقع پر عطا فرمایا تھا۔ اس کے علاوہ کسی اور بھی بیٹی کو ان کے نکاح کے موقع پر کچھ دینا ثابت نہیں ہے۔ ان بہ قدر ضرورت سامان کے لیے مروجہ لفظ جہیز کا استعمال بھی ذوق پر گراں گذرتا ہے۔ اس لیے کہ ان بہ قدر ضرورت سامانوں اور مروجہ جہیز کے چور دروازوں میں دور کی بھی نسبت نہیں ہے۔ نسبت کیوں نہیں ہے؟ اس کی وضاحت کے پیش نظر جہیز فاطمی کی مختصر تحقیق پیش کر دوں؛ تاکہ بات پوری طرح سے واضح ہو جائے اور کسی قسم کا ابہام باقی نہ رہے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی زیر تربیت اور زیر پرورش تھے۔

☆ حضرت علی رضی اللہ عنہ نا ہی اپنا کوئی ذاتی مکان رکھتے تھے اور نا ہی دیگر ضروریات زندگی کے اسباب آپ کو اس وقت میسر تھے۔

☆ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت مربی اور سرپرست کے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو زرہ فروخت کرنے کا حکم دیا اور اسی زرہ کی قیمت سے آپ نے ضرورت کی چیزیں تیار کروائیں اور بقیہ رقم کو مہر ٹھہرایا۔

☆ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ نے کتب شیعہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی نکاح کا سامان (جہیز) تیار کرنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کی تھی۔ (المرتضیٰ)

☆ جہیز فاطمی کی حدیث کی شرح کرتے ہوئے اور اس کی تحقیق کرتے ہوئے حضرت مولانا منظور نعمانی صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ''ہمارے ملک کے اکثر اہل علم اس حدیث کا مطلب یہی سمجھتے اور بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چیزیں (چادر، مشکیزہ، تکیہ) اپنی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح کے موقع پر ''جہیز'' کے طور پر دی تھیں لیکن تحقیقی بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں عرب میں نکاح شادی کے موقع پر لڑکی کو جہیز کے طور پر کچھ سامان دینے کا رواج؛ بلکہ تصور بھی نہیں تھا اور جہیز کا لفظ بھی استعمال نہیں ہوتا تھا۔ اس زمانہ کی شادیوں کے سلسلے میں کہیں اس کا ذکر نہیں آتا۔ (بقیہ صفحہ ۱۰؍ پر)

ماحولیات کو درپیش سنگین چیلنجز

صفی اختر

آج عالمی سطح پر پوری دنیا ایک پرخطر وتشویشناک مسئلہ سے دوچار ہے جو ماحولیاتی آلودگی (Enviromental Pollution) کی شکل میں ہے، ماحولیات دنیائے انس وحیوان اور چرند وپرند کی حیات کا بنیادی عنصر ہے۔ اگر ماحولیات کا توازن (Balance) بگڑ جائے تو پھر انسانی زندگی ہی کیا، تمام ذی روح اشیاء تباہی کے دہانے پر ہوں گے، انسان کی بہتر صحت اور امراض کا تعلق بھی اسی ماحولات سے ہے، جو کچھ مختلف امراض، مصائب کی شکل میں سامنے ہیں، اسی ماحولیات کی خرابی اور اس کے توازن وتناسب میں بگاڑ کی بنا پر ہے اور یہ سب کچھ نظام قدرت میں دخل اندازی کا نتیجہ ہے۔

ہندوستان کی ماحولیاتی صورت حال، صنعت کاری اور شہر سازی کی وجہ سے بگڑ رہی ہے، بلاشبہ آج کی صنعتی دنیا نے ماحولیاتی آلودگی پیدا کرنے میں منفی رول ادا کیا ہے، متعدد نوع کی گیسیں (سلفر ڈائی آکسائڈ، نائٹروجن آکسائڈ، کاربن مونو آکسائڈ اور ہائیڈرو کاربن وغیرہ) باریک ترین ذرات (ParticlesTiny)، دھواں، غبارات، آبخرے اور کہرے کے مہین غیر مرئی ذرات، تابکاری مواد اور دیگر بہت سی چیزیں شامل ہیں۔

بشمول ہندوستان بہت سے ترقی پذیر ممالک میں پچھلی تین دہائیوں میں تیز رفتار ترقی کے نتیجے میں فضائی کیفیت میں بتدریج گراوٹ آئی ہے، ان دہائیوں میں نوصنعت پذیر ممالک نے معاشی اعتبار سے بے مثال ترقی کی اور ان کی شہری آبادی میں بے حد اضافہ ہوا، جس کی وجہ سے گاڑیوں اور فیکٹریوں سے بے انتہا فضلات (Wastages) کا اخراج ہوا، تیزی سے بڑھتے ہوئے شہر، سڑکوں پر بھیڑ، گندے ترین ایندھنوں کا استعمال اور قدیم صنعتی عمل پر بھروسہ، توانائی کی بڑھتی ہوئی صارفیت اور ماحولیاتی قوانین (Environmental Law) کا فقدان وغیرہ، یہ ساری چیزیں شہری علاقوں میں گرتے ہوئے Air Quality کی ابتری اور عوام کی خرابی صحت کی ذمہ دار ہیں، ہندوستان کے بیشتر میٹرو پولیٹین شہروں میں ماحولیاتی آلودگی سنگین صورت حال اختیار کر چکی ہے، جس میں دہلی اور این سی آر کے علاقے بھی بری طرح متاثر ہیں، جہاں چوطرفہ فضائی آلودگی کا بڑا سبب گاڑیوں سے نکلنے والے فضلات نے 72% اور صنعتی فضلات نے 20% اپنا اثر دکھایا ہے، جو انتہائی تشویش کی چیز ہے۔

موسم کے خلاف فطرت کی تبدیلی، بارش، طوفان، سیلاب، غیر معمولی سردی اور شدت کی گرمی فضائی آلودگیوں اور نہ جانے کتنے ایسے اسباب ہیں، جس نے زمین ہی نہیں، بلکہ خلا کو بھی بری طرح متاثر کرنا شروع کر دیا ہے، اس خطرناک صورت حال سے نمٹنے کے لیے عالمی سطح پر بڑی بڑی کانفرنسیں کی جارہی ہیں اور اس ضمن میں اقدامات بھی کیے جارہے ہیں گزشتہ 300 برسوں میں جدید سائنس اور ٹیکنالوجی نے بڑے صنعتی کارخانوں کو جس طرح فروغ دیا ہے، انسانی تاریخ میں اس سے قبل اس کی مثالیں نہیں ملتیں، آج دنیا پر عظیم خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں اور اس کے Side Effects بھی تسلسل کے ساتھ ہو رہے ہیں، دنیا کے ہر خطے میں زمین کا دھنسنا سونامی، زلزلے کی شدت، جنگلوں کا نذر آتش ہونا، آتش فشاں کا مسلسل ظاہر ہونا، کیا اس بات کی علامتیں نہیں ہیں کہ زمین فساد آلود ہو چکی ہے، زمین سے مراد بر اور بحر دونوں ہیں، اب پوری دنیا کو اس بات کا ادراک ہو چکا ہے کہ انسان نے جو غلطیاں کی ہیں، تباہی کی یہ علامتیں دراصل انہی غلطیوں کے نتائج ہیں، تیزی سے بڑھتی ہوئی دنیا میں فضائی آلودگی کا اثر عالمی آبادی کے ایک بڑے حصے پر پڑ رہا ہے۔

سنٹرل پولیشن کنٹرول بورڈ آف انڈیا کے ایک سروے کے مطابق ہندوستان کے 23 شہروں کو سنگین طور پر آلودہ قرار دیا گیا ہے، عالمی ادارہ صحت (WHO) کے مطابق راجدھانی دہلی دنیا کے سب سے زیادہ 10 آلودہ شہروں میں سے ایک ہے، سنٹرل پولیشن کنٹرول بورڈ نے اپنے ایک بیان میں کہا ہے کہ 10 سب سے زیادہ گندی جگہوں میں دہلی کے 8 علاقے ہیں، جو دہلی کی آب وہوا کو زہریلا بنا رہے ہیں۔

صنعتی آلودگی، تعیرات اور میٹرولوجیکل فیکٹرس بھی یہاں کی سنگین صورتحال کے لیے ذمہ دار ہیں، دہلی کے شادی پور علاقے میں Air Quality بالکل ناقص ہے، وزیر پور، گڑگاؤں، بھیواڑی، منڈکا، اوکھلا، آنندوہار، بوانہ اور دہلی متھرا روڈ میں لگاتار آلودگی کی سطح بڑھتی جارہی ہے، مجموعی طور پر دہلی میں آلودگی کا لیول 297 ہے، Air Qualit Index سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ماحولیات کی صورت حال دہلی میں کس قدر تشویشناک ہے، 0.50PM کے درمیان سانس لینے کو بہتر مانا جاتا ہے، 51-100 کے درمیان قابل اطمینان سمجھا جاتا ہے، جب کہ 101-200 کے درمیان معتدل سمجھا جاتا ہے، اگر 201-300 کے درمیان آلودگی کا لیول ہے تو کہا جاتا ہے کہ حالت بگڑ چکی ہے، 301-400 کے درمیان سانس لینا گویا ایسا ہے کہ آپ زہر پی رہے ہیں، 401-500 کے درمیان سنگین صورت حال کہی جائے گی۔ ہمیں یہ اندازہ لگانا چاہیے کہ ہم کس دور سے گزر رہے ہیں، مگر افسوس کی بات ہے کہ سرکار نے ہنوز اس تعلق سے کوئی ٹھوس اور مثبت اقدام کا آغاز نہیں کیا ہے، دہلی ہائی کورٹ کی پھٹکار کے بعد حکومت نے محض ایک کمیٹی کا قیام کیا، لیکن کوئی Statutory Provivion نہ ہونے کی بنا پر مذکورہ کمیٹی کی سفارشات پر توجہ نہ دی جائے۔

سپریم کورٹ میں 16 جولائی 2018 کو سماعت کے دوران فاضل ججوں نے کہا کہ انسانی صحت کی بقا ضروری ہے، صنعت کاری بعد میں بھی ہو سکتی ہے، معروف Enviromentalist ایم سی مہتا نے اپنی مفاد عامہ کی عرضی میں ذکر کیا کہ آلودگی کے سبب اب تک دہلی میں 60,000 لوگوں کی اموات ہو چکی ہیں۔

یونائیٹڈ نیشن انٹرگورمنٹل پینل آن کلائمٹ چینج (IPCC) نے ماحولیات پر اپنی ایک خاص رپورٹ جاری کی ہے، جس میں جلد از جلد ماحولیات کے تحفظ کے لیے ضروری اقدامات کی نشاندہی کی گئی ہے، رپورٹ میں گلوبل درجۂ حرارت کے 1.5 ڈگری سیلسئش (1.5c) پہنچنے کا تذکرہ کیا گیا ہے، آگے یہ کہا گیا ہے کہ عالمی سطح پر 2030ء تک درجۂ حرارت 2c (دو ڈگری سیلسئش) تک پہنچ سکتا ہے، جس کی وجہ سے گلوبل حرارت میں اتنی حدت پیدا ہو جائے گی کہ لوگوں کی زندگیاں تباہی کے دہانے پر پہنچ جائیں گی، ظاہر ہے کہ ماحولیات اپنے ایک سنگین موڑ پر ہے، امریکہ کے صدر نے Paris Climate Accord پر اپنی غیر معمولی فکرمندی کا اظہار تو کیا؛ لیکن بعد میں انہوں نے معاشی تنگی کا حوالہ دے کر خود کو اس سے الگ کر لیا ہے۔ شمالی ہند میں فضائی آلودگی اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے، یہ کہنا شاید غلط نہ ہوگا کہ یہ گیس چیمبر بن رہا ہے، دہلی سمیت شمالی ہند کے لوگ، بعض ریاستوں اور مرکزی حکومت کی ناکامی کے سبب ایسے حالات میں رہنے کو مجبور ہیں، نیشنل گرین ٹریبونل (NGT) کی پھٹکار کے بعد دہلی حکومت نے فضائی آلودگی روکنے کے لیے نافذ گریڈیڈ ریسپانس ایکشن پلان (GRAP) کے تحت اٹھائے گئے اقدام کی نگرانی کے لیے پچھلے دنوں ایک چھ رکنی کمیٹی بنائی ہے، کمیٹی ایم سی ڈی، NDMC، PWD سمیت سبھی ایجنسیوں کی طرف سے اٹھائے گئے اقدامات کی زمینی حقیقت کو مانیٹر کرے گی۔ بہرحال قومی راجدھانی دہلی ان دنوں زہریلی ہواؤں کی چپیٹ میں ہے، راجدھانی دہلی کا ایرکوالٹی انڈکس (AQI) 315 درج کیا گیا ہے، جو بے حد سنگین مانا جارہا ہے، System of Air Quality Forecesting & Research آنے والے دنوں میں اور خراب ہونے کے شدید امکانات ہیں۔

واضح رہے کہ شمالی ہند میں خراب ہوا (Deteorioting Air Quality) کے انداز کو دیکھتے ہوئے مرکزی حکومت، ہریانہ اور پنجاب حکومتوں سے اس کے لیے اقدامات کرنے کی اپیل کی جارہی ہے، سچ تو یہ ہے کہ مرکزی حکومت کو فضائی آلودگیوں کو دور کرنے اور اس بارے میں ترجیحی اقدامات کے لیے پہل کرنی چاہیے، تاہم ہر طرف سیاست اور صرف سیاست کی جارہی ہے۔

وزارت ریل کا عجوبہ؛ ریلوے کے آن لائن امتحان کے لیے ۳۶/گھنٹوں کا آف لائن سفر

ہندوستان دنیا کا انوکھا ملک ہے جہاں ریلوے کا آن لائن امتحان دینے کے لئے کسی کسی کو چھتیس چھتیس گھنٹے لمبا ریل کا سفر کرنا پڑتا ہے، اسی مہینے ۲۱، ۲۲، اور ۲۳/جنوری کو اسسٹنٹ لوکو پائلٹ اور ٹیکنیشین کے ۶۴۳۱۷/عہدوں پر بحالی کے لیے دوسرے مرحلہ کا امتحان ہونا ہے، ۱۰/دن قبل طلبہ کو امتحان مراکز کی لسٹ جاری کی گئی ہے، طلبہ کے سنٹر ۱۵۰۰/سے دو ہزار کیلومیٹر دور رکھے گئے ہیں، وزیر اعظم کے ٹوئٹ کوری ٹوئٹ کرتے رہنے سے فرصت مل جائے تو وزیر ریل کو اپنی ہی ٹائم لائن پر آرہے ہزاروں میسیجز کو بھی نوٹ کرنا چاہئے، اور ان کے مسئلہ کا حل نکالنا چاہئے، بہت سے غریب، مزدور اور کسان پریوار سے تعلق رکھنے والے امیدواروں کو زبردست دشواری کا سامنا ہے، امتحان دینے کے لیے وہ دس بیس ہزار روپئے کہاں سے خرچ کریں گے۔ گذشتہ سال ۶۴۳۱۷/عہدوں کے لیے ویکنسی نکلی تھی، جس کا پہلا امتحان اگست ۲۰۱۸ء میں ہوا، ۳۱/مارچ ۲۰۱۸ء تک فارم بھرے گئے تھے، اتنے عہدوں کے لیے ۴۷/لاکھ سے زیادہ طلبہ نے فارم بھرے تھے، ان سب کا سنٹر اچانک ۱۵۰۰/سے ۲۰۰۰/کیلومیٹر دور دے دیا گیا، کسی کو ٹرین کا ریزرویشن نہیں ملا، تو کسی کے پاس ٹکٹ کے پیسے نہیں تھے، کسی طرح امیدوار امتحان دینے پہونچے، بہتوں نے رات پلیٹ فارم پر گذاری، بہت سے طلبہ کا امتحان ٹرین لیٹ ہونے کی وجہ سے چھوٹ گیا۔ طلبہ چلاتے رہے، روتے رہے، وزیر ریل کو ٹوئٹ کرتے رہے، مگر کسی کو کوئی فرق نہیں پڑا، وزیر ریل کو وزیر اعظم کے ٹوئٹ کوری ٹوئٹ کرنے سے فرصت ملے تب تو وہ کہیں اور دھیان دیں۔

اگست ۲۰۱۸ء میں وزیر ریل پیوش گوئل نے خود ہی ٹوئٹ کیا تھا کہ ۷۴/فیصد طلبہ نے امتحان دیا، یعنی ۴۷لاکھ ۵۶/ہزار طلبہ میں سے ۲۶/فیصد طلبہ امتحان دینے سے محروم رہ گئے، یعنی بارہ لاکھ سے زیادہ طلبہ بغیر امتحان دیے باہر ہو گئے، جب پہلے مرحلہ کا ریزلٹ آیا تو بارہ لاکھ طلبہ ہی دوسرے مرحلہ کے لیے کامیاب ہوئے، اب جب تعداد کم ہو گئی تو ان کے سنٹر تو ریاست کے اندر دیے جا سکتے تھے، اگر یہ دلیل دی جارہی ہے کہ نقل کرانے والے گروہ سے بچانے کے لیے ایسا کیا گیا تو یہ بے تکی دلیل ہے کیوں کہ اب ایسے گروہ آل انڈیا لیول پر چل رہے ہیں، اس لیے سرکار کو اپنے سنٹر کی بہتر نگرانی کرنی چاہئے نہ کہ طلبہ کو ۲۰۰۰/کیلومیٹر دور بھیج کر پریشان کرنا چاہئے۔ وزیر ریل کو اگر یہ حساب سمجھ میں نہیں آتا ہے تو ایک حساب میں دیتا ہوں جو کہ ایک طالب علم نے بھیجا ہے۔ بیکانیر سے ناگپور جانے کے لیے ایک ہی ٹرین ہے، انوورت ایکسپریس؛ جو ہفتے میں دو دن چلتی ہے، ایک طرف سے ۲۶/گھنٹے کا سفر ہے، دونوں طرف کا کرایہ ملا کر صرف ٹکٹ پر ۳۲۴۰/روپئے خرچ ہوں گے، ۲۳/جنوری کو پہونچنے کے لیے اس کو ۲۰/جنوری کو نکلنا پڑے گا، واپسی کی ٹرین ۲۳/اور ۲۴/کی نہیں ہے، تو ناگپور میں دو دن رکنا پڑے گا، اس طرح ایک دن امتحان دینے کے لیے اس کو سات دن لگیں گے، اور تقریبا دس ہزار روپئے سے زیادہ خرچ ہوں گے۔ وزیر ریل بتائیں کہ ایک طالب علم کو پریاگ راج سے کرناٹک کے ہبلی بھیجنے کا کیا مطلب ہے؟ اس کو ۳۲/گھنٹے کا سفر کرنا پڑے گا، راجستھان کے گنگا نگر سے کیرل کے کوچی بھیجنے کا کوئی تُک ہے، کیا اسی کو آن لائن امتحان کہتے ہیں؟ گوالیر کے ایک طالب علم کو آسام کے تیج پور میں سنٹر دیا گیا ہے، بہار کے کھگڑیا کے طالب علم کو سترہ سو کیلومیٹر دور آندھرا پردیش کے راجا مندری میں سنٹر دیا گیا ہے، کھگڑیا سے ایک بھی ٹرین وہاں نہیں جاتی ہے، جودھ پور کے طالب علم کو دو ہزار کیلومیٹر دور اڈیشہ کے راورکیلا بھیجا جارہا ہے، جہاں ۳۵/گھنٹے کا ریل کا سفر ہے، اس طالب علم نے وزیل ریل کو ٹوئٹ کیا کہ کسی ٹرین میں ٹکٹ بھی نہیں مل رہا ہے، بنگال کے طالب علم کو کیرل کے ترینولویلی سنٹر دیا گیا ہے، ٹکٹ بھی کنفرم نہیں مل رہا ہے، مغربی بنگال کے کچھ طلبہ کا سنٹر ممبئی دیا گیا ہے، جھانسی کے طلبہ حیدرآباد جائیں گے، اور مغربی بنگال کے طلبہ پونے پٹنہ کے طلبہ کو ارنا کولم جانا ہوگا، تو جئے پور کے طلبہ کو کولکاتا جانا ہوگا، گنگا ساگر کے میلہ کی وجہ سے کولکاتا کی ٹرینوں میں ٹکٹ بھی نہیں مل رہا ہے، مرشد آباد کے طلبہ بنگلور کیسے جائیں گے، وزیر ریل اپنے ٹائم لائن پر ان طلبہ کے درد بھرے پیغامات دیکھ سکتے ہیں۔ وزیر ریل کو چاہئے کہ پرچار پر کم دھیان دیں، اور کام پر زیادہ، ریل بورڈ سے پوچھیں کہ غریب اور معمولی پریوار کے لڑکوں کو ۲۰۰۰/کیلومیٹر دور بھیجنے کا کیا تُک ہے، بے پرواہی کی بھی حد ہوتی ہے، مہاپروشوں کی جینتی پر لاتعداد ٹوئٹ کرنے والے وزیر محترم کبھی ان طلبہ کی پریشانیوں پر بھی ٹوئٹ کر لیں۔ **(رویش کمار کے بلاگ سے انتخاب: ترجمہ سید محمد عادل فریدی)**

سید محمد عادل فریدی

اخبار جہاں

گھانا میں سڑک حادثہ میں آٹھ افراد ہلاک

مغربی افریقی ملک گھانا میں جمعہ کی صبح ٹرک اور منی بس کے تصادم میں آٹھ افراد کی موت ہوگئی، جبکہ کم ازکم پانچ افراد زخمی ہوئے۔عینی شاہدین کے مطابق گھانا کے دارالحکومت اکرا سے ۲۸۰ رکلومیٹر شمال میں کماسی شہر کے قریب بوانکرا میں یہ حادثہ پیش آیا۔(یواین آئی)

راہل گاندھی نے متحدہ عرب امارات کے وزیر اعظم شیخ محمد سے ملاقات کی

کانگریس صدر راہل گاندھی نے متحدہ عرب امارات (یواے ای) کے وزیر اعظم شیخ محمد سے جمعہ کو ملاقات کی۔ مسٹر گاندھی نے سوشل میڈیا پر جاری پیغام میں کہا:''آج شام یواے ای کے نائب صدر اور وزیر اعظم کے ساتھ میری ملاقات شاندار رہی، دونوں ممالک کے مابین تعلقات کو مزید مضبوط کرنے میں مدد کے لئے میں پابند عہد ہوں۔'' (یواین آئی)

تشدد کے سبب نائیجیریا میں امدادی کام متاثر

مغربی افریقی ملک نائیجیریا کے شمال مشرقی علاقے میں جاری تشدد کی وجہ سے انسانی حقوق کے کاموں میں رکاوٹ پیش آ رہی ہے اور جن علاقوں میں ہزاروں کی تعداد میں بے گھر افراد مدد کا انتظار کر رہے ہیں ان علاقوں میں انسانی حقوق کے کارکنوں کو واپس آنے میں دقت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل انٹونیو گٹیریس کے ترجمان اسٹیفن دزارک نے بتایا کہ اقوام متحدہ کے انسانی حقوق کے تعاون سے متعلق دفتر (اوسی ایچ اے) کے کارکنوں کے مطابق گزشتہ نومبر سے جاری تشدد کے دوران متاثرہ علاقوں سے ۲۶۰ رامدادی کارکنان کو واپس بلانا پڑا۔اس کی وجہ سے ہزاروں کی تعداد میں ضرورت مند لوگوں کو انسانی امداد پہنچانے کا کام بری طرح متاثر ہوا ہے۔ (یواین آئی)

امریکہ میں سرحدی تنازعہ جاری، قومی ایمرجنسی کا امکان

امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے جمعرات کو میکسیکو سرحد پر ٹیکساس صوبہ کے میکیلن شہر کے دورہ کے دوران کہا کہ وہ امریکہ اور میکسیکو سرحد پر دیوار کے سلسلہ میں ہو رہے تنازع کے سبب یقینی طور پر قومی ایمرجنسی کا اعلان کریں گے۔ڈونالڈ ٹرمپ دیوار کی تعمیر کے لئے پانچ ارب امریکی ڈالرز کے مطالبہ کے لئے مسلسل آواز اٹھا رہے ہیں، وہ گزشتہ ہفتے سے ہی امریکہ میکسیکو سرحد پر دیوار کی تعمیر کے لئے فنڈ نہ ملنے پر ملک میں قومی ایمرجنسی کی وارننگ دے رہے ہیں۔امریکہ میکسیکو سرحدی تنازع پر ٹرمپ اور ڈیموکریٹس کے درمیان تعطل بنا ہوا ہے، اور اسی وجہ سے امریکہ میں ۲۱ رروز سے جزوی طور پر کام بند ہے۔ (یواین آئی)

والدین سے ناراض ہوکر بنکاک آنے والی سعودی لڑکی کو پناہ گزین کا درجہ ملا

والدین سے ناراض ہوکر بنکاک پہنچنے والی نوجوان سعودی لڑکی کو پناہ گزین کا درجہ مل گیا ہے۔ بین الاقوامی خبر رساں ادارے کے مطابق آسٹریلیا نے اقوام متحدہ کی تارکین وطن کی ایجنسی UNHCR کی درخواست قبول کرتے ہوئے ۱۸ رسالہ سعودی لڑکی رہاف قونن کو قانونی کارروائی کے بعد شہریت دینے کا اعلان کردیا ہے۔ رہاف قونن چندروز قبل کویت سے فرار ہوکر بنکاک پہنچی تھی، جہاں سے اسے آسٹریلیا جانا تھا تاہم امیگریشن نے پاسپورٹ ضبط کر کے لڑکی کو واپس والدین کے پاس بھیجنے کی تیاری کی تھی، رہاف نے واپس جانے سے انکار کرتے ہوئے خود کو ایئرپورٹ کے ہوٹل کے کمرے میں بند کرلیا اور سماجی رابطے کی ویب سائٹ پر پوری کہانی بیان کردی جس پر سوشل میڈیا پر رہاف کو کافی حمایت ملی اور انسانی حقوق کے نمائندوں نے مداخلت کی۔واضح رہے کہ رہاف کے والدین سعودی عرب کے باشندہ ہیں اور بیٹی کی مرضی کے بغیر زبردستی شادی کرنا چاہتے تھے، رہاف نے والدین کے ہمراہ خلیجی ممالک کے دورے پر کویت میں موقع پا کر بنکاک کا رخ کیا تھا۔ (نیوز ایکسپریس)

امریکہ میں ریپبلکن رہنما کو مسلمان ہونے کی بنا پر عہدے سے ہٹانے کی قرارداد نامنظور

امریکہ میں ریپبلکن رہنما شاہد شفیع کو مسلمان ہونے کی بنا پر عہدے سے ہٹانے کی کوشش کرنے والے ان کی پارٹی کے گروپ کو اس وقت منہ کی کھانی پڑی جب ان کے خلاف لائی گئی قرارداد نامنظور ہوگئی۔معاملہ ٹیکساس کاؤنٹی کا ہے جہاں پر پاکستانی نژاد شاہد شفیع کو ان کے مذہبی عقائد کی بنیاد پر برطرف کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ شاہد شفیع ٹیکساس کاؤنٹی سے ریپبلکن پارٹی کے نائب صدر ہیں اور انہیں کی پارٹی کے کچھ رہنما ان کے خلاف قرارداد لے کر آئے تھے۔ڈاکٹر شاہد شفیع پیشہ سے ایک سرجن اور ساؤتھ لیک سٹی کاؤنسل کے رکن ہیں۔وہ ۱۹۹۰ء میں پاکستان سے جا کر امریکہ میں آباد ہوئے۔وہ ۲۰۰۹ء میں امریکہ کے شہری بنے۔ (قومی آواز)

پاکستانی نژاد رابعہ کولیر امریکہ میں جج کے عہدے پر فائز

پاکستانی نژاد امریکی خاتون رابعہ کولیر امریکی شہر ہوسٹن میں سول ڈسٹرکٹ جج کے عہدے پر فائز ہوئی ہیں۔ رابعہ کا تعلق ڈیموکریٹ پارٹی سے ہے، جنھوں نے ایک عشرے سے زیادہ مدت تک نچلی سطح پر خاص طور پر خواتین کے لیے نمایاں خدمات انجام دیں اور قومی منظر پر نمودار ہوئیں۔وہ ''ٹیکساس اسٹیٹ بار'' میں خواتین کی پیشہ ور کمیٹی کے لیے بھی خدمات انجام دے چکی ہیں۔ان کی تقرری گذشتہ ۶ رنومبر ۲۰۱۸ء کو ہوئی تھی۔ چھ نومبر کے انتخابات میں رابعہ کولیر نے اپنے مدِ مقابل ریپبلکن پارٹی کے امیدوار، مائیکل لینڈرم کو 530516 کے مقابلے میں 645784 ووٹوں سے ہرایا تھا۔ اُنھیں 54.9 جب کہ اُن کے مخالف کو 45.1 فی صد ووٹ پڑے۔ (قومی آواز)

تعلیم وروزگار

۲۲۱۳ راساتذہ کا تقرر ۸ راپریل تک لازما کردیں: ہائی کورٹ

پٹنہ ہائی کورٹ نے حکم دیا ہے کہ اگر ۸ راپریل تک ۲۲۱۳ راساتذہ کے تقرر کا عمل مکمل نہیں کیا گیا تو اسٹاف سلیکشن کمیشن کے افسروں کی تنخواہ روک دی جائے گی، یہ حکم جسٹس انل کمار اپادھیائے نے رینو کماری، نندکشور سنگھ اور محمد آفتاب عالم سمیت ایک درجن عرضیوں کی سماعت کرنے کے بعد دیا۔واضح رہے کہ سپریم کورٹ کے ایک حکم کی روشنی میں ریاستی حکومت کو ۳۴۵۴۰ راساتذہ کا تقرر کرنا تھا، لیکن کوشش کے بعد بھی تمام ٹرینڈ اساتذہ کا تقرر نہیں ہوسکا، ان میں سے ۲۲۱۳ راساتذہ کا تقرر کافی عرصے سے التوا میں پڑا ہوا ہے، عدالت نے کہا ہے کہ اگر تقرری کا عمل ۸ راپریل تک مکمل نہیں کیا گیا تو اسٹاف سلیکشن کمیشن کے ملازمین اور سکریٹری سمیت محکمہ تعلیم کے پرنسپل سکریٹری، ایڈیشنل سکریٹری اور محکمہ پرائمری تعلیم کے ڈائرکٹر کی تنخواہ روک دی جائے گی۔یہ بھی واضح رہے کہ ۲۲۱۳ راساتذہ کا تقرر نہیں کیے جانے کے خلاف بار بار پٹنہ ہائی کورٹ میں عرضی دائر ہو رہی ہے جس پر عدالت نے سخت ناراضگی ظاہر کی ہے۔ (پندار)

جاپانی پاسپورٹ پہلے اور ہندوستانی ۷۹ ویں مقام پر

دنیا کے مختلف ملکوں کے پاسپورٹوں کی وقعت کا عالمی انڈیکس جاری کر دیا گیا ہے۔اس درجہ بندی کے مطابق جاپانی پاسپورٹ کی وقعت سب سے زیادہ ہے۔دنیا کے سبھی ممالک کے پاسپورٹ کے بہترین ہونے اور اُن کی عالمی وقعت وطاقت کی درجہ بندی ہینیلی نامی ادارہ کرتا ہے۔اس ادارے نے دنیا کے مختلف ممالک کے پاسپورٹوں کی رواں برس کی درجہ بندی کا اعلان کر دیا ہے۔اس عالمی درجہ بندی کے مطابق اس وقت جاپان کا پاسپورٹ سب سے بہترین اور اعلیٰ ترین وقعت کا حامل ہے، اور اس پاسپورٹ پر دنیا کے ۱۹۰ رملکوں میں بغیر ویزے کے داخل ہوا جا سکتا ہے۔ہینیلی انڈیکس کے مطابق ہندوستان کی پوزیشن میں گزشتہ برس کے مقابلہ بہتری آئی ہے، ۲۰۱۸ء میں ہندوستان کا پاسپورٹ درجہ بندی میں ۸۱ رویں مقام پر تھا جبکہ اس سال یہ ۷۹ رویں مقام پر ہے۔ہندوستان کے ہم سایہ ممالک افغانستان، پاکستان اور نیپال بالترتیب ۱۰۴، ۱۰۲ راور ۹۴ رویں مقام پر ہیں۔گزشتہ برس کا طاقتور اور بہترین پاسپورٹ سنگاپور کا پاسپورٹ قرار دیا گیا تھا کیونکہ اِس پاسپورٹ پر ۱۸۹ رممالک میں داخلہ بغیر کسی پیشگی ویزے کے ممکن ہے۔۲۰۱۹ء میں سنگاپور کے پاسپورٹ کا مقام دوسرا ہوگیا ہے اور اس پوزیشن پر وہ اکیلا نہیں بلکہ جنوبی کوریا بھی اس کے ساتھ ہے۔اس طرح جنوبی کوریا اور سنگاپور کے پاسپورٹ رکھنے والے افراد دنیا کے ۱۸۹ رملکوں میں ویزے کے بغیر داخل ہوسکتے ہیں۔جرمنی کا پاسپورٹ تیسرے نمبر پر ہے، اس پاسپورٹ پر ۱۸۸ رممالک میں پیشگی ویزے کے بغیر داخل ہونا ممکن ہے۔اس پوزیشن پر جرمنی کے ساتھ فرانس بھی شامل ہے۔(ڈوئچے ویلے)

''یوٹیوب'' کے ذریعہ تعلیمی خدمات انجام دے رہے دہلی کے تین نوجوان

آج کے انٹرنیٹ کے دور میں بھی کئی نوجوان اپنے ہنر سے ملک وقوم کی خدمت کر رہے ہیں۔یوٹیوب آج کے دور میں ایک ایسا پلیٹ فارم بن چکا ہے جس سے آپ کسی بھی طرح کی معلومات وہنر بہ آسانی سیکھ سکتے ہیں۔ دہلی کے جعفرآباد علاقہ کے تین دوستوں (وقاص ملک، عادل خان اور محمد کاشف) نے مل کر یوٹیوب پر ڈیئر سر (Dear Sir) نامی ایک ایجوکیشن چینل بنایا ہے، جس کا مقصد تعلیمی پسماندگی کو دور کرنا ہے۔ان دوستوں کی یہ کوشش نوجوانوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہو رہی ہے ان کی ویڈیوز سے کثیر تعداد میں طالب علم اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔اس یوٹیوب چینل کی خاص بات یہ ہے کہ محض ۱۲۱ رویڈیوز سے اب تک اس کے کل ۲ر ملین (بیس لاکھ) سبسکیرایبرس (subscribers) ہوچکے ہیں اور دن بہ دن اس تعداد میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ڈیئر سر چینل پر عادل خان ریاضی کی تعلیم، محمد کاشف انگریزی کی اور وقاص ملِک ریزننگ و دیگر موٹیویشنل تعلیم دیتے ہیں۔وقاس کے مطابق ان کا چینل دیگر چینلوں سے مختلف ہے، کیونکہ جس ٹاپک کو دوسرے چینلوں پر ۳ رگھنٹے میں ختم کیا جاتا ہے اسے ہم ایک گھنٹے میں ختم کر دیتے ہیں۔وقاص نے کہا،''ہمارے چینل کی جو مقبولیت کی سب سے بڑی وجہ وہ یہ کہ ہم نے مشکل سے مشکل موضوعات کے سمجھانے کے طریقہ کو اس طرح بنایا کہ کوئی بھی آسانی سے سمجھ سکے۔کسی بھی طالب علم کو سمجھنے میں کوئی دوشواری نہ آئے یہی ہماری سب سے بڑی مقبولیت کا سبب بنا۔'' وقاص ملِک کا کہنا ہے کہ شہروں میں رہنے والے طلبہ وطالبات تو کوچنگ سینٹرز میں مقابلہ جاتی امتحان کی تیاری تو کر لیتے ہیں لیکن کچھ طالب علم ایسے ہیں جو گاؤں دیہات میں مقیم ہیں ان کے پاس شہر میں رہنے کے لئے نہ تو کوئی جگہ اور نہ پیسے ہوتے ہیں، شہروں میں بھی اس طرح کے طالب علم موجود ہیں، ہمارا مقصد ایسے ہی طلبہ وطالبات کی تعلیمی مدد کرنا ہے اور ایسے ہی طالب علم کثیر تعداد میں ہم سے استفادہ بھی کر رہے ہیں۔ یوٹیوب کی طرف سے ہمیں، سلور پلے بٹن اور گولڈ پلے بٹن بھی مل چکا ہے۔'' (قومی آواز)

بہار بورڈ کے میٹرک کا ایڈمٹ کارڈ جاری ہوا، آن لائن ڈاؤنلوڈ کریں

بہار اسکول اگزامنیشن بورڈ نے میٹرک کا ایڈمٹ کارڈ جاری کر دیا ہے، ایڈمٹ کارڈ بہار بورڈ کی آفیشیل ویب سائٹ biharboardonline.bihar.gov.in سے ڈاؤن لوڈ کر سکتے ہیں۔واضح ہو کہ میٹرک کا امتحان ۲۱ رفروری سے ۲۸ رفروری تک منعقد ہوگا۔ (این ڈی ٹی وی)

سی بی ایس ای کی دسویں کلاس میں طلبہ چن سکتے ہیں ریاضی کا آسان پیپر

سنٹرل بورڈ آف سکینڈری ایجوکیشن (سی بی ایس ای) نے دسویں کے طلبہ کے لیے بڑی راحت کا اعلان کیا ہے، اب ریاضی کے پیپر دو لیول کے ہوں گے، پہلا لیول موجودہ لیول کا ہوگا، جبکہ دوسرا اس سے آسان ہوگا، طلبہ اپنی صلاحیت کے اعتبار سے آسان یا مشکل لیول کے پیپر کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ (این ڈی ٹی وی)

طب وسائنس

ای سی جی کیا ہے؟

شاهد شکیل

آج کے ترقی یافتہ دور میں دنیا کے تقریباً ہر ہاسپٹل کے علاوہ ایک عام ڈاکٹر کے پاس بھی جدید ترین مشینیں موجود ہیں جن سے فوری ٹیسٹ یا بیماری کی تشخیص کے بعد پتہ لگایا جا سکتا ہے کہ مریض کی موجودہ تکلیف کے سبب کون سا طبی لائحہ عمل تیار کیا جائے کہ وہ شفایاب ہو جائے ، کئی جدید مشینوں میں ایک مشین ای سی جی بھی شامل ہے جسے الیکٹرو کارڈیو گرام کہا جاتا ہے اندرون طب میں اس مشین کو سب سے اہم تحقیق کا طریقہ کار شمار کیا جاتا ہے بذریعہ الیکٹرک انسٹرومنٹس اور عوامل سے دل کے پٹھوں کے گراف کی جانچ وتحقیق کرنے میں یہ مشین ڈاکٹر کے لئے ممکنہ آسانی پیدا کرتی ہے جس سے ڈاکٹر فوری نتائج حاصل کرتے ہیں،اس مشین کے ذریعے دل کے پٹھوں کی حرکات وسکنات ، دھڑکن کے کنٹرول اور کونٹریکشن سے پتہ لگایا جاتا ہے اور مخصوص طرز عمل سے نتائج حاصل کئے جاتے ہیں۔

مثلاً دل کی ہر دھڑکن کو مکمل طور پر کنٹرول کرنا ، دھڑکن کی تبدیلی اور دل کی حرکات کو کنٹرول کیا جاتا ہے،طبی زبان میں ایسا کہا جاتا ہے کہ ای سی جی وہ مشین ہے جو برقی پاور سے بہت کمزور سگنل کو بھی نہایت باریک بینی سے سرچ کرنے کے بعد مانیٹر پر پیش کرتی ہے یا ٹیسٹ اور رپورٹ کو فوری پرنٹ آؤٹ بھی کیا جا سکتا ہے جس سے ڈاکٹر اور مریض واضح طور پر نتائج دیکھ سکیں اور ڈاکٹر بیماری کے پیش نظر مریض کو مشورہ دے سکیں۔اٹھارہ سو بیاسی میں برطانوی فزیولوجسٹ آگسٹس ویلر نے اسے ایجاد کرنے کے بعد پہلا تجربہ اپنے جمی نامی کتے پر کیا جس میں اسے کامیابی حاصل ہوئی، بیسویں صدی کے آغاز میں ڈچ ویلم آئینٹ ہوون نے نئی تحقیق وٹیکنالوجی سے اس مشین کو مزید بہتر بنایا اور پہلی بار انسانوں پر استعمال کیا اس دور میں قابل ذکر بات یہ تھی کہ تھیوری کے اعداد وشمار کے مطابق بذریعہ مشین دل کی دھڑکن پڑھنے کے قابل تھی اور اس انقلابی ایجاد اور کامیابی پر ویلم کو انیس سو چوبیس میں میڈیسن کے نوبل انعام سے نوازا گیا۔

آج تقریباً ایک صدی کے طویل عرصے بعد بھی طبی پریکٹس میں ای سی جی ناگزیر بن گئی ہے،ڈاکٹرز برقی سسٹم سے دل کو مختلف اینگل اور طبی لحاظ سے دیکھتے اور پرکھتے ہیں مکمل معائنہ کے بعد اہم معلومات حاصل کرتے اور مریض کو تمام جسمانی فنکشن سے اطلاعات فراہم کرتے ہیں بدیگر الفاظ ڈاکٹرز کیلئے اتنا جان لینا ہی کافی ہوتا ہے کہ دل کے کس حصے میں کون سی بیماری ہے، دل اور دھڑکن کا ریدھم کیسا ہے، دل کے پٹھوں میں انفیکشن تو نہیں یا دل کا دورہ پڑنے کے کتنے امکانات ہیں وغیرہ ۔ای سی جی کے استعمال کا طریقہ بہت سادہ ہے یہ مشین جسمانی سسٹم کی سرگرمیوں کو مفصل طریقے سے کنٹرول کرنے ، دل کے نظام اور خون کی سرکولیشن کے کنٹرول اور شریانوں کو پمپ کرنے کے وقت استعمال کی جاتی ہے۔

ان تمام عوامل سے ڈاکٹرز کو بتدریج جانکاری ہوتی رہتی ہے اور بروقت بیماری کا علاج کیا جاتا ہے،اس نظام کے تحت ہڈیوں ، پٹھوں کے خلیات کا موازنہ بھی کیا جاتا اور دل کی دھڑکن کی فریکیونسی کو کنٹرول کیا جاتا ہے جسے طبی زبان میں پیس میکر کہا جاتا ہے اس عمل سے تعین کیا جا سکتا ہے کہ دل کے پٹھوں کے خلیات میں بذریعہ پھیپھڑوں اور دیگر جسمانی اعضاء سے صحت کے نظام میں کہاں تبدیلی واقع ہورہی ہے، ان تمام مراحل کے دوران برقی توانائی کی وولٹیج میں پیش رفت ہونے کے سبب تبدیلیاں بھی پیدا ہوتی ہیں جنہیں جسم کی سطح کو برقرارر کھنے کیلئے اتار چڑھاؤ کے ذریعے مسلسل گرفت میں رکھنا لازمی ہوتا ہے ، دوران ٹیسٹ ای سی جی بدستور سگنل ریکارڈ کرتی رہتی ہے جو ڈاکٹر کی نظر میں رہتا ہے اور دل کے ایکشن یا ری ایکشن کی صورت میں خوبی یا خامی سے آگاہی ہوتی ہے۔

ہر الیکٹرو کارڈیوگرافی سے قبل مریض سے پوچھا جاتا ہے کہ وہ کسی قسم کی ادویہ استعمال کرتا ہے یا کسی بیماری میں مبتلا تو نہیں مثلاً قلبی نظام کی خرابی سے دو چار تو نہیں کیونکہ دونوں صورتوں میں ٹیسٹ رپورٹ کے نتائج متاثر ہو سکتے ہیں ،مریض کو دوران ٹیسٹ بیڈ پر لٹا دیا جاتا اور جسم کے مختلف حصوں میں دس الیکٹروڈ منسلک کئے جاتے ہیں دونوں بازؤوں اور ٹانگوں کے علاوہ چھ الیکٹروڈ سینے پر ایک مخصوص جیل کے ذریعے چپکائے جاتے ہیں تا کہ جلد سے رابطے میں رہیں، بعداز ٹیسٹ چند منٹ بعد مانیٹر یا پرنٹر تمام رپورٹ ڈاکٹر تک پہنچا دیتے ہیں جس کا مطالعہ کرنے کے بعد ڈاکٹرز مریض کو علاج کا مشورہ دیتے ہیں۔ای سی جی کا استعمال عام طور پر دل کی دھڑکن کی سست روی ، پوٹاشیم کی کمی کے باعث الیکٹرو لائٹ میں روکاوٹ ، دل پر ضرورت سے زیادہ بوجھ ،منشیات کا زیادہ استعمال ، پھیپھڑوں کی بیماری ، آپریشن سے قبل کے علاوہ روٹین چیک اپ میں الیکٹرو کارڈیوگرافی کی جاتی ہے۔

ای سی جی کی کئی قسم کی کیٹا گریز ہوتی ہیں لیکن تمام کیٹا گریز سے انسانی جسم کو کوئی خطرہ لاحق نہیں اور نہ کسی قسم کے ضمنی اثرات ظاہر ہوتے ہیں لیکن کئی سیریس معاملات میں ڈاکٹرز اور ہاسپٹل کا عملہ دوران ٹیسٹ مریض کی نگرانی کرتے ہیں مثلاً اگر مریض کو چکر آئیں ، چھاتی میں تکلیف ہو یا سانس لینے میں دشواری ہو تو فوری طور پر ٹیسٹ سسٹم کو بند کر دیا جاتا ہے۔

هفتۂ رفته

راشد العزیری ندوی

مسلمانوں کی تعلیمی شرح میں اضافہ کے لئے نئی حکمت عملی کی ضرورت: مولانا انیس الرحمٰن قاسمی

مسلمانوں کی تعلیمی شرح میں اضافہ کے لئے نئی حکمت عملی اپنانے کی ضرورت ہے، کیونکہ یہ طبقہ آج بھی تعلیمی میدان میں پسماندگی اور بدحالی کا شکار ہے۔ان کے مسائل کے حل کے لئے مسلم دانشوران کے ساتھ ساتھ مسلم ممبران اسمبلی اور ارکان کونسل کو بھی خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے یہ باتیں ناظم امارت شرعیہ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے کہیں، انہوں نے کہا کہ تعلیم کے ذریعہ ہم تمام شعبوں میں کامیاب ہو سکتے ہیں، لیکن جب تک ہم اپنے ملت کے نونہالوں کے مستقبل کے تئیں بیدار نہیں ہوں گے اس وقت تک سماج میں انقلاب برپا نہیں ہوسکتا، سماج میں انقلاب برپا کرنے کے لئے مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی کا خاتمہ ضروری ہے۔افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے مسلم ممبران اسمبلی اور ارکان کونسل اپنی جوابدہی سے پیچھے ہٹتے جارہے ہیں۔مولانا نے کہا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام ممبران اسمبلی اور ارکان کونسل ایمانداری کے ساتھ اپنے اپنے حلقوں میں مسلمانوں کی تعلیمی شرح میں اضافہ کے لئے حکمت عملی تیار کریں کیونکہ آج بھی ہزاروں نوجوان ایسے ہیں جو تعلیم سے محروم ہیں اور روزی روٹی کی وجہ سے انہوں نے اسکول کا رخ نہیں کیا ہے۔جبکہ یہ نوجوان ہماری قوم کا سرمایہ ہیں اور اس کی حفاظت ہم سب کا دینی فریضہ ہے۔

امارت شرعیہ کی خدمات ملکی وملی تاریخ کا اہم حصہ: محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

حضرت امیر شریعت مفکر اسلام مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کے حکم پر علماء ائمہ ، دانشور، مدارس اور تعلیمی اداروں کے ذمہ داروں کا خصوصی اجتماع ۴، ۵؍مارچ ۲۰۱۹ء کو مظفر پور اور ۶، ۷؍مارچ ۲۰۱۹ء کو سیتامڑھی میں رکھا گیا ہے، دونوں جگہ آخری دن بعد نماز مغرب اجلاس عام کا انعقاد کیا جارہا ہے۔اس موقع پر حضرت امیر شریعت دامت برکاتہم دونوں دن تشریف فرما ہوں گے اور علماء، ائمہ مساجد، دانشوران، نقباء امارت شرعیہ، نائبین، مشیران نقیب، سیاسی، سماجی خدمت کرنے والوں سے مذہبی، ملی، سماجی، معاشرتی، معاشی مسائل پر تبادلۂ خیال کریں گے، ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے نائب ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی نے مدینہ مسجد کچی سرائے چوک مظفر پور میں علماء، ائمہ، تنظیموں کے ذمہ دار اور دانشوروں کی مجلس میں کیا، انہوں نے کہا کہ ہجری سال کے اعتبار سے امارت شرعیہ کی خدمات کو سو سال پورے ہو چکے ہیں، جو ملکی وملی تاریخ کا اہم حصہ ہیں، آئندہ سو سال کی منصوبہ بندی کے لیے اس پروگرام کی بڑی اہمیت ہے، اس موقع پر طے پایا کہ امارت شرعیہ کی جانب سے منعقد اس خصوصی اجلاس کا انعقاد مہیش بابو چوک پر واقع حاجی عتیق صاحب کے احاطہ میں کیا جائے اور اجلاس عام چین پور بنگرہ ہائی اسکول میدان میں ہو، دونوں پروگرام کی تیاری کے لیے کمیٹی کی تشکیل عمل میں آئی، تمام حضرات نے ہر ممکن تعاون کا یقین دلایا، اس موقع سے مختلف اخبارات کے نمائندہ بھی موجود تھے، مولانا مفتی ثناء اللہ صاحب ناظم تعلیمات مدرسہ محبوبیہ چین پور بنگرہ کی دعا پر اس مشاورتی نشست کا اختتام عمل میں آیا۔

یونس لوہیا کا انتقال

سابق ممبر قانون ساز کونسل جناب یونس لوہیا صاحب گذشتہ دنوں انتقال کر گئے، یونس لوہیا ایک سیاسی، سماجی ، اور مخلص انسان تھے، مصیبت کی گھڑیوں میں لوگوں کی مدد کرتے تھے، وہ امارت شرعیہ سے بڑی محبت کرتے تھے ،امارت شرعیہ کے ذمہ داران وکارکنان نے ان کے انتقال پر گہرے صدمے کا اظہار کیا اور دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے۔قارئین نقیب سے بھی خصوصی دعا کی درخواست ہے۔

تین طلاق کو قابل سزا جرم قرار دینے والا آرڈیننس راجیہ سبھا سے منظور نہ ہونے کی وجہ سے ختم

پارلیامنٹ کا سرمائی اجلاس ۹؍جنوری کو ختم ہوگیا، اور ایوان بالا میں منظور نہ ہونے کی وجہ سے تین طلاق کو قابل سزا جرم قرار دینے والا آرڈیننس خود بخود ختم ہو گیا۔اصول ہے کہ آرڈیننس لانے کے بعد اسے پہلے پڑنے والے پارلیمانی سیشن میں ہی پیش کرنا پڑتا ہے اور دونوں ایوانوں سے منظوری لینی ہوتی ہے، ورنہ چھ ماہ بعد آرڈیننس خود بخود ختم ہو جاتا ہے، تین طلاق بل بھی ایوان زیریں میں پاس ہونے کے باوجود ایوان بالا میں منظور نہ ہونے کی وجہ سے رد ہو چکا ہے، اب تین طلاق قابل سزا جرم باقی نہیں رہا، مودی سرکار کا دعویٰ تھا کہ یہ بل وہ مسلم خواتین کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے یہ بل لائی تھی، لوک سبھا میں تو عددی اکثریت کی وجہ سے اس نے یہ بل پاس کرالیا، لیکن اپوزیشن کے زبردست اختلاف کے باعث راجیہ سبھا میں یہ بل نہیں رکھ پائی، اور راجیہ سبھا کا سیشن ختم ہونے کی وجہ سے یہ آرڈیننس خود بخود مسترد ہو گیا۔(ایجنسی)

کشمیری آئی ایس ٹاپر شاہ فیصل نے سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دیا

۲۰۱۰ء بیچ کے آئی ایس ٹاپر اور کشمیر سے تعلق رکھنے والے نوجوان آفیسر شاہ فیصل نے سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا ہے، وہ مبینہ طور پر جموں کشمیر کی سب سے قدیم سیاسی جماعت نیشنل کانفرنس میں شمولیت اختیار کریں گے۔ایسی امید کی جارہی ہے کہ وہ بارہمولہ پارلیمانی حلقۂ انتخاب سے نیشنل کانفرنس کی ٹکٹ پر لوک سبھا کا انتخاب لڑیں گے۔شمالی کشمیر کے ضلع کپواڑہ کے وادی لولاب سے تعلق رکھنے والے ۳۵؍سالہ شاہ فیصل جو تعلیمی رخصت پر امریکہ میں مقیم تھے، انہوں نے ملازمت سے رضا کارانہ طریقہ پر استعفیٰ دینے کی خواہش ظاہر کردی ہے، انہوں نے اس حوالہ سے تحریری درخواست بھی جمع کردی ہے، ذرائع نے بتایا کہ شاہ فیصل اس وقت وادی میں ہیں۔حالانکہ ابھی ان کے استعفیٰ کی وجہ سامنے نہیں آئی ہے، لیکن ایسا خدشہ ظاہر کیا جارہا ہے کہ کشمیری نوجوانوں کی گرفتاری، فوج اور پولیس کے ذریعہ لگاتار نوجوانوں کے انکاؤنٹر اور کشمیر کے تعلق سے مودی سرکار کی متعصّبانہ پالیسی کی وجہ سے بطور احتجاج انہوں نے یہ استعفیٰ دیا، سیاسی مبصرین اس کو مودی سرکار کی ایک اور ناکامی سے تعبیر کر رہے ہیں۔(ایجنسی)

بقیہ جہیز کے چور دروازے

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادیوں کے نکاح کے سلسلے میں بھی کہیں کسی قسم کے جہیز کا ذکر نہیں آیا، حدیث کے لفظ ''جھز'' کے معنی اصطلاحی جہیز دینے کے نہیں؛ بلکہ ضرورت کا انتظام اور بندوبست کرنے کے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں کا انتظام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے انھیں کی طرف سے اور انھیں کے پیسوں سے کیا تھا؛ کیونکہ یہ ضروری چیزیں ان کے گھر میں نہیں تھیں۔ روایات سے اس کی پوری تفصیل معلوم ہوجاتی ہے۔ بہرحال یہ اصطلاحی جہیز نہیں تھا''۔ (معارف الحدیث جلد ہفتم)

مزید تحقیق مفتی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی ظفیر الدین مفتاحی رحمہ اللہ کے الفاظ میں ملاحظہ کریں، تحریر فرماتے ہیں: ''حضرت فاطمہ کی شادی کے سلسلہ کی تمام روایتوں کو سامنے رکھنے کے بعد نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت علی نے اپنی زرہ مہر میں دیدی تھی گھر میں کوئی سامان نہیں تھا خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے وہ سامان نہیں کر سکتے تھے؛ اس لیے آپ نے حضرت علی سے فرمایا کہ مہر والی زرہ فروخت کردو اور اس سے جو رقم آئے اس سے ضروری سامان خرید لو خود حضرت علی کا بیان ہے کہ میں نے اس زرہ کو عثمان بن عفان کو چارسو اسی درہم میں فروخت کردیا؛ مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے زرہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو واپس کردی، حضرت علی رضی اللہ عنہ زرہ اور درہم لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کی۔'' (فتاوی دارالعلوم دیوبند)

بہ نظر انصاف اس کا جائزہ لیں اور خود فیصلہ کریں کہ مروجہ جہیز اور حضرت فاطمہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کو بہ قدر ضرورت دیئے گئے سامان میں کوئی نسبت اور تعلق ہے؟ یہاں محض خواہش نفس کی تکمیل مقصود ہے اور وہاں صرف ضرورت کی تکمیل مقصود تھی۔ ''چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک''۔ اس پوری تفصیل سے یقیناً یہ واضح ہوگیا ہوگا کہ مروجہ جہیز اور جہیز کے چور دروازوں کی شرعاً اور اخلاقاً کسی بھی اعتبار سے گنجائش نہیں ہے۔

چند گذارشات:

☆ شاہین صفت نوجوانوں سے عاجزانہ درخواست ہے کہ کچھ نا لینے کے شرط پر انتہائی سادگی کے ساتھ نکاح کریں۔

☆ نکاح کے لیے کسی دور بستی یا شہر میں جانا ہو تو صرف چار پانچ افراد کے ساتھ ہی جائیں، فلاں فلاں رشتہ دار کے چکر میں پڑ کر خود پر اور مظلوم معاشرے پر مزید ظلم نہ ڈھائیں۔

☆ اپنے بھائیوں اور اپنے ماتحتوں کی بھی اسی طرح سادگی کے ساتھ نکاح کریں۔

☆ لڑکیوں کے سلسلے میں لوگ خود کو زیادہ کمزور اور دباؤ میں محسوس کرتے ہیں، اس لئے لڑکے والوں کے ہر ناجائز مطالبے کو سر جھکا کر تسلیم کر لیتے ہیں۔ خدارا اس بے بسی اور کمزوری سے باہر نکلیں، خدا کی ذات پر اعتماد کرتے ہوئے پوری قوت اور ہمت کے ساتھ ان کے ہر ناجائز مطالبے کو ٹھکرادیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو، آپ کے اہل کو اور آپ کی کوششوں کو ضائع نہیں کرے گا اور یقیناً اس سے بہتر نوازے گا۔ ان شاء اللہ۔ بس یقینِ محکم اور عملِ پیہم شرط ہے۔

☆ شادی سے پہلے منگنی وغیرہ کی دس قسم کی رسمیں اور شادی کے بعد منہ دکھلائی وغیرہ کی بیس قسم کی رسمیں سب کا مکمل بائیکاٹ کریں، یہ رسمیں بھی ہلاکت اور تباہی کے اعتبار سے شریک جرم اور شریک گناہ میں جہیز سے کم نہیں ہیں۔

☆ چٹ منگنی پٹ بیاہ کو فروغ دیں، اگر یہ نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہو ہی کہ ہماری شادی میں نکاح کے بعد صرف ولیمہ ہو اور کوئی بھی رسم نہ ہو۔

☆ اگر ہم ایسا کوئی اجتماعی نظام بنا سکتے ہیں تو ضرور بنائیں کہ جس سے اس طرح کی غیر شرعی اور غیر اخلاقی شادی کی حوصلہ شکنی ہو، جیسے اجتماعی طور پر ایسی شادیوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ اجتماعی اگر نا ہو تو انفرادی طور پر ایسی پہل ضرور ہونی چاہیے گو کہ ہمیں یہ ناگوار اور سخت معلوم ہو۔

☆ اگر آپ اس برائی کو ختم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو یہ سخت قدم اٹھائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

☆ جہیز لین دین اور شادی سے پہلے اور بعد کی ناجائز اور ظالمانہ رسوم کے تعلق سے ہم اپنے گھر کی عورتوں کی ضرور ذہن سازی کریں اور اصلاح کریں۔ یہ بہت ضروری ہے؛ اس لئے کہ اس معاملے میں زیادہ تر عورتیں ہی ملوث رہتی ہیں، اور بہت ہی افسوس کے ساتھ یہ لکھنا پڑ رہا ہے کہ اس معاملے میں صنف نازک پر ظلم ڈھانے میں صنف نازک ہی پیش پیش ہے۔

☆ ہم میں سے ہر ایک اس کا خواہش مند ہوتا ہے کہ ہمارے نکاح میں خوب برکت ہو، مگر برکت کا جو نسخہ اکسیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے ہم اسے یکسر نظر انداز کردیتے ہیں۔ وہ نسخہ اکسیر یہ ہے ''سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جس میں کم سے کم خرچ میں ہو'' (مسند احمد) اس نسخہ اور تھرمامیٹر سے بھی ہم اپنے نکاح کو جانچیں کہ آیا یہ نکاح بابرکت ہے یا نہیں؟

☆ اخیر میں ہم یہ نوشتہ دیوار بھی پڑھ لیں کہ جب تک ہمارے معاشرے کے شرفاء، امراء، زعماء اور علماء نکاح میں سادگی اور سنتِ رسول کو عملی طور پر اختیار نہیں کریں گے، جہیز کے ان چوپٹ کھلے چور دروازوں کو بند نہیں کریں گے اور شادی منگنی وغیرہ کی فضول ناجائز اور ظالمانہ رسموں پر قدغن نہیں لگائیں گے، یقین جانئے تب تک یہ جہیز اور یہ ظلم یونہی پروان چڑھتا رہے گا پھلتا اور پھولتا رہے گا، گو کہ لاکھ اس کے خلاف نعرے لگائے جائیں، تحریکیں چلائی جائیں، ریلیاں نکالی جائیں اور انسانی زنجیریں بنائی جائیں۔ سب بے سود بیکار ثابت ہوں گی۔

نقش ہیں سب ناتمام خونِ جگر کے بغیر
نغمہ ہے سودائے خام خونِ جگر کے بغیر

سپاسنامہ

بخدمت اقدس حضرت مولانا سید شاہ محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم

(سجادہ نشین خانقاہ رحمانی مونگیر، امیر شریعت بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ و جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ)

نتیجۂ فکر : وارث ریاضی، مغربی چمپارن بہار

السلام اے رہبر دیں شہِ کون و مکاں
قائد قوم و وطن اے داعی امن و اماں

اے امام علم و دانش، عالم باطل شکن
رہ نمائے دین و ایماں، روح ارباب وطن

اے ولی ابن ولی، اے روح ارباب نگاہ
بہر استقبال تو ہر دیدہ و دل فرش راہ

تجھ میں منت کا تدبر اے شہ ذی احترام
تیرا اخلاص عمل، ضرب المثل بین العوام

تیری ہستی اسوۂ سجاد کی آئینہ دار
تیرے چہرے سے مجاہد کی بصیرت آشکار

تیری آمد کی خوشی میں آج اے فخر بہار
دید کے قابل ہے گلشن کی ادائے کیف بار

صدق کا شیدا، وفا کا پاسباں، اے نیک خو
اپنے پہلو میں دل درد آشنا رکھتا ہے تو

تیرا مقصود عمل قوم و وطن کی رہبری
تجھ سے زندہ آج ہے یہ سنت پیغمبری

عمر بھر یوں ہی تیرا درس عمل جاری رہے
نور افشاں تیرے سر پہ منت باری رہے

اعـــلان مفقـــود الخبـــری

● معاملہ نمبر ۱۵۳/۱۹۳۴/۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ آزادنگر جمشید پور) ثناء خان بنت چھوٹے خان روڈ نمبر ۱۷، ذاکر نگر، قلی روڈ اولڈ پرولیا روڈ جمشید پور۔ فریق اول۔ بنام۔ اسلم خان ولد امیر اللہ خان کروس نمبر ۳، مکان نمبر ۳۴۹ سالیگان نزد قبرستان ذاکر نگر، مانگو جمشید پور۔ فریق دوم۔ اطلاع بنام فریق دوم۔ اس معاملہ میں فریق اول نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ جمشید پور میں عرصہ آٹھ سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا معاملہ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں، آئندہ تاریخ سماعت مورخہ ۸؍ جمادی الاخری ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۴؍فروری ۲۰۱۹ء روز جمعرات ۹؍ بجے دن دارالقضاء امارت شرعیہ جمشید پور میں حاضر ہوکر خود مع گواہان وثبوت رفع الزام کریں، واضح رہے کہ عدم حاضری وعدم پیروی کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کردیا جائے گا۔ فقط۔ قاضی شریعت

● معاملہ نمبر ۱۳/۱۳۶۵/۳۹ھ (متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ بتیا مغربی چمپارن) شاہناز خاتون بنت محمد عالم خان، مقام ننکار بیلہیاں ڈاکخانہ رگوناتھ پور تھانہ رامگڈھوا مشرقی چمپارن۔ فریق اول۔ بنام۔ مبارک حسین ولد شفاعت حسین، مقام وڈاکخانہ چپلاھاں تھانہ سنجریا، ضلع مشرقی چمپارن، فریق دوم۔ اطلاع بنام فریق دوم۔ معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ بتیا مغربی چمپارن میں عرصہ ڈیڑھ سال سے غائب ولا پتہ ہونے اور نان ونفقہ ودیگر حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر فسخ نکاح کا معاملہ دائر کیا ہے، لہذا اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں آئندہ تاریخ سماعت مورخہ ۸؍ جمادی الاخری ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۴؍فروری ۲۰۱۹ء روز جمعرات کو خود مع گواہان وثبوت بوقت ۹؍ بجے دن مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168
Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233
Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah
Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ imaratshariah@ کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

صلہ رحمی

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے یہ بات پسند ہو کہ اسکی عمر لمبی کردی جائے، اور اسکے رزق میں برکت ڈالی جائے، اور اسے بُری موت سے بچالیا جائے تو وہ اللہ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔ (حاکم)

حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نیکی کا سب سے جلدی ثواب ملتا ہے وہ ہے ''صلہ رحمی'' حتی کہ ایک گھرانے کے افراد فاجر اور بدکار ہوتے ہیں، لیکن پھر بھی انکے اموال میں اضافہ ہوتا ہے، اور انکی افرادی قوت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ (طبرانی، ابن حبان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صلہ رحمی اور امانت پل صراط کے دونوں اطراف موجود ہونگے جس نے بھی انہیں ضائع کیا ہوگا یہ اسے پکڑ کر جہنم میں گرادیں گی۔ (مسلم)

ملی سر گرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

مرکزی حکومت نے پرسنل لا امینڈمنٹ بل کے ذریعہ عورتوں کا حق چھینا ہے

مفکر اسلام امیر شریعت حضرت مولانا محمد ولی رحمانی صاحب مدظلہ جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اپنے ایک اخباری بیان میں فرمایا کہ مورخہ ۷/جنوری کو لوک سبھا میں پرسنل لا امینڈمنٹ بل ۲۰۱۸ء پاس کیا گیا ہے، جس میں عورت کے طلاق لینے کے حق کے بارے میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ اپنے شوہر کے برص یا جذام جیسی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کوئی بیوی طلاق کا مطالبہ نہیں کرسکتی ہے۔ واضح رہے کہ پہلے یہ قانون تھا کہ برص اور جذام جیسی بیماریوں میں شوہر کے مبتلا ہونے کی وجہ سے بیوی طلاق کا مطالبہ کرسکتی تھی، لیکن اب اس دلیل کے ساتھ کہ "یہ بیماریاں لاعلاج نہیں ہیں" بیوی کے اس حق کو ختم کر دیا گیا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ ایک طرف مرکزی حکومت عورتوں کو حق وانصاف دلانے کی بات کرتی ہے اور دوسری طرف عورت کو ملے ہوئے ایک حق کو چھین رہی ہے، پرسنل لا امینڈمنٹ بل کا لوک سبھا سے پاس ہونا یہ بتانے کے لئے بہت کافی ہے کہ مرکزی گورنمنٹ عورتوں کی کتنی اور کیسی ہمدرد ہے۔ حضرت مدظلہ نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا کہ یہ بل کسی خاص کمیونیٹی سے متعلق نہیں ہے بلکہ یہ تمام کمیونٹیز اور سبھی مذاہب کے ماننے والوں کے لیے ہے، لیکن ہم یہ بات واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ شریعت اسلامی میں برص اور جذام جیسی بیماریوں کی وجہ سے بیوی طلاق کا مطالبہ کرسکتی ہے، اور فقہ کے دو بڑے امام، حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ علیہ اور حضرت امام محمد رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک فسخ نکاح کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بیماری ہوسکتی ہے، اسلام میں بیوی کو مجبور نہیں بنایا گیا ہے کہ اسے ہر قیمت پر شوہر کے ساتھ رہنا ہی ہوگا چاہے وہ شوہر اسے ناپسند ہی کیوں نہ ہو، شریعت اسلامی کا یہ حسن ہے کہ اس میں عورت کی پسند اور ناپسند کا بھی پورا خیال رکھا گیا ہے، اور اس کی ایک دلیل یہ معاملہ بھی ہے جسے مرکزی گورنمنٹ نے لوک سبھا میں پیش کیا ہے۔ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ لوک سبھا میں آج پاس کیے گئے بل کو خواتین کی حق تلفی اور ان کے اختیارات میں مداخلت سمجھتا ہے، اور گورنمنٹ کو متوجہ کرتا ہے کہ وہ ایسے معاملات میں خواتین کی پسند اور ناپسند کا پورا خیال رکھے۔

علماء ائمہ ہر محلّہ میں خواتین میں دینی بیداری کی تحریک چلائیں: مولانا محمد شبلی القاسمی

جس طرح کھانا، پینا، کپڑا، مکان انسانوں کی بنیادی ضرورت ہے اسی طرح دین وشریعت انسانون کی ضرورت ہے، دین کا مطلب ہے زندگی گذارنے کا وہ طریقہ جو دنیا کے خالق و مالک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعہ انسانوں کے لئے بتائے جس کا متن قرآن وحدیث کا مجموعہ ہے، کامیاب زندگی اور کامیاب آخرت کے لئے دین کا ہونا ضروری ہے ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے نائب ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے پھلواری شریف محلّہ عیسیٰ نگر میں خواتین کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا، مولانا نے کہا کہ نئی نسلوں میں تیزی سے اخلاقی زوال آرہا ہے، دین وشریعت اور مذہب سے ان کا تعلق افسوس ناک حد تک کمزور ہے، ماں باپ کی غفلت، انکی دین سے دوری اور غیر اسلامی ماحول اور تربیت کی وجہ سے بڑی تعداد میں بچے اور بچیاں کفر وارتداد کی راہ پر جارہی ہیں، بدقسمتی سے گھر کا ماحول بددینی کا پھر جس اسکول اور کنوینٹ کا انتخاب ان بچے اور بچیوں کے لئے کیا جاتا ہے وہ غیر اسلامی بلکہ کبھی تو اس کا مکمل ماحول اسلام مخالف ہوتا ہے جس کے نتیجے میں ان کے ذہن ودماغ سے اسلام کی عظمت اور دولت ایمان کی اہمیت نکل جاتی ہے اور وہ بدقسمتی سے اسلام اور اس کی تعلیمات وہدایات کو ہی اپنی راہ میں رکاوٹ سمجھنے لگتے ہیں، علماء وائمہ اور قوم وملت کی فکر رکھنے والے افراد اور خود والدین کی ذمہ داری ہے کہ ان کے دین وایمان اور آخرت کی فکر کریں اور بچوں کو ایسے ماحول میں دیں جس ماحول میں ان کی دینی ذہن سازی ہوسکے اور بڑے ہوکر اپنے ایمان وعقیدہ کو بچاسکیں، ابتدا ہی میں بچے اور بچیوں کو دینی تعلیم دیں اور اسلامی عقائد سکھائیں، نماز وضو کے طریقے بتائیں ضروری دعائیں یاد کرائیں۔ جس تیزی سے معاشرہ میں بگاڑ آرہا ہے اس تیزی سے بلکہ اس سے زیادہ قوت کے ساتھ ہمیں دین ومذہب کی اشاعت کرنی ہوگی، علماء وائمہ کرام گھروں میں دینی تعلیم وتربیت پیدا کرنے کے لئے باضابطہ تحریک چلائیں اور اپنے خطاب میں نئی نسلوں کی دینی تربیت پر زور دیں، گارجین حضرات کو اس طرف متوجہ کریں، اسکول میں پڑھنے والے طلبہ وطالبات کے لئے اسکول کے علاوہ دینی تعلیم کے لئے وقت فارغ کریں اور بار بار اس کا جمعہ میں اعلان کریں تاکہ لوگوں کو اس فارغ وقت کی اطلاع ملتی رہے اور ان کے لئے ترغیب بھی ہو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ماؤں کو بچوں کی ذمہ داری کے تعلق سے بیدار کیا جائے، خود خواتین میں دینی شعور آئے اور گھروں کے ماحول دینی بنیں اس کے لئے ہر ماہ پابندی سے محفوظ مقام پر خواتین کے لئے دینی مجلسوں کا اہتمام کیا جائے، وقت رہتے ہی ان نقوش پر محنت کرنیکی سخت ضرورت ہے۔

ضلع گڈا میں ۲۴/تا ۳۱/جنوری وفد امارت شرعیہ کا دورہ

امارت شرعیہ کا ایک مؤقر وفد جناب مولانا مفتی محمد سہراب ندوی قاسمی صاحب، نائب ناظم امارت شرعیہ کی قیادت میں ۲۴/تا ۳۱/جنوری ۲۰۱۹ء ضلع گڈا کے مختلف مواضعات کا دعوتی دورہ کرے گا، اس دورہ میں جناب مولانا سہیل اختر قاسمی صاحب نائب قاضی شریعت امارت شرعیہ، جناب مولانا مفتی محمد احتکام الحق قاسمی صاحب نائب مفتی امارت شرعیہ، جناب مولانا عبدالحئی قاسمی صاحب، استاذ حدیث دارالعلوم الاسلامیہ امارت شرعیہ، جناب مولانا شفیق عالم قاسمی صاحب، قاضی شریعت دارالقضاء امارت شرعیہ گرگاواں گڈا، جناب مولانا سعوداللہ رحمانی صاحب، مبلغ امارت شرعیہ اور جناب مولانا مزمل حسین قاسمی مبلغ امارت شرعیہ، شریک رہیں گے، ان کے علاوہ مقامی علماء کرام بھی اپنے اپنے حلقے میں شریک وفد ہوں گے۔ اس دورہ کا مقصد مسلمانوں میں دینی، ملی اور تعلیمی بیداری پیدا کرنا موجودہ حالات میں ایک باوقار، باکردار اور باضمیر ملت کی حیثیت سے زندہ رہنے کی دعوت دینا اور اس کے لئے صحیح راہ عمل کی طرف توجہ دلانا، وحدت واجتماعیت جو ملی قوت کا سرچشمہ اور اخلاق ومحبت جو ترقی کا زینہ ہے اس کی اہمیت سے واقف کرانا نیز امارت شرعیہ کے گرانقدر خدمات اور اس کے پیغامات سے روشناس کرانا ہے، دورہ کے پروگرام کا اجمالی خاکہ اس طرح ہے۔

پروگرام دورہ وفد امارت شرعیہ ضلع گڈا، جھارکھنڈ

نمبر شمار	تاریخ	ایام	اجلاس عام دن	اجلاس عام بعد نماز مغرب
۱	۲۴/جنوری ۲۰۱۹ء	جمعرات	جامع مسجد قصبہ۔۹/بجے دن تاظہر	جامع مسجد نیانگر
۲	۲۵/جنوری ۲۰۱۹ء	جمعہ	مدرسہ شمسیہ گورگاواں از جمعہ تاعصر	جامعہ حمیدیہ انوار العلوم ہنوارہ ملکی
۳	۲۶/جنوری ۲۰۱۹ء	سنیچر	عیدگاہ نارائن پور رامکول ۹/بجے دن تاظہر	جامع مسجد پرسہ
۴	۲۷/جنوری ۲۰۱۹ء	اتوار	مدرسہ اسلامیہ رحمانیہ جہاز قطعہ ۹/بجے دن تاظہر	مدرسہ عربیہ اسلامیہ خرد سانکھی بسنترائے
۵	۲۸/جنوری ۲۰۱۹ء	سوموار	سروتیا جامع مسجد ۹/بجے تا ۱۲/بجے دن رجون مدرسہ: بعد نماز ظہر تاعصر	جامع مسجد لکر مارا
۶	۲۹/جنوری ۲۰۱۹ء	منگل	جامع مسجد کھیری باڑی ۹/بجے دن تاظہر	دارالعلوم رانی ڈیہہ
۷	۳۰/جنوری ۲۰۱۹ء	بدھ	جامع مسجد، جمنی پہاڑپور	دارالعلوم رحمانیہ رحمٰن نگر موہن پور
۸	۳۱/جنوری ۲۰۱۹ء	جمعرات	مدرسہ منیر العلوم لوگائیں ۹/بجے دن تاظہر	مدرسہ نظامیہ دارالقرآن دگھی

ناظم امارت شرعیہ حضرت مولانا انیس الرحمٰن قاسمی صاحب نے ضلع گڈا کے علماء، ائمہ، نقباء امارت شرعیہ اور مدارس کے ذمہ داران نیز عام مسلمانوں سے اپیل کی ہے کہ اس دورہ کو ہر اعتبار سے بامقصد اور کامیاب بنائیں۔

حضرت امیر شریعت کی مدھوبنی آمد کی مناسبت سے تیاریاں زوروں پر

مدرسہ فلاح المسلمین بھوارہ مدھوبنی میں امیر شریعت کی آمد کولیکر تیاریاں زوروں پر ہے، اسی پروگرام کے سلسلے میں گھوگھڈیہ پرگنڈ کے برہمپور میں ایک نشست رکھی گئی، جس میں مدھوبنی سے ایک وفد مولانا مفتی روح اللہ قاسمی وقاضی شریعت مولانا رضوان اللہ صاحب یکہتہ، مولانا محمد مرتضٰی قاسمی پر مشتمل شریک ہوئے، جس میں پورے بلاک سے کم وبیش دوسو لوگ شریک ہوئے، پروگرام سے خطاب کرتے ہوئے قاضی شریعت یکہتہ مولانا رضوان احمد صاحب نے فرمایا کہ آج ہم آزادانہ زندگی گذار رہے ہیں، جس کی وجہ سے ہم کئی طرح کے مشکلات سے دوچار ہورہے ہیں، اگر ہم ایک امیر کو اپنا قائد اور رہبر مان کر زندگی گذاریں گے تو ہماری زندگی میں ایک انقلاب آجائیگا، مولانا روح اللہ قاسمی صاحب نے فرمایا کہ اس وقت ہمارے خلاف مخالفین جو پروپیگنڈا تیار کررہے ہیں اس کی ہمیں کوئی اطلاع نہیں ملتی، حقیقت یہ ہے کہ پروپیگنڈا ہمارے خلاف نہیں بلکہ شریعت کے خلاف ہے، جسے کوئی آدمی برداشت نہیں کرسکتا۔ یہ ہمارے اکابر حالات کو دیکھ کر اپنے دلوں میں کڑھن لیکر پورے ہندوستان کے مسلمانوں کے پاس جاکر انہیں اپنی قیمتی پیغامات دے رہے ہیں، اس لئے ہماری اور آپ سب کی ذمہ داری ہے کہ امیر شریعت مدظلہ کے پروگرام میں ضرور شرکت کریں۔

اب ۲۹/جنوری سے شروع ہوگی بابری مسجد مقدمہ کی سماعت

بابری مسجد رام مندر معاملے پر ۱۰/جنوری کو سپریم کورٹ کی پانچ رکنی آئینی بینچ کی طرف سے سماعت ہونی تھی۔ چیف جسٹس رنجن گگوئی کی سربراہی والی پانچ رکنی آئینی بنچ کو اس معاملے میں سماعت کرنی تھی۔ لیکن جسٹس یوللت کے معاملہ سے الگ ہونے کے بعد اس سماعت کو ۲۹/جنوری تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا ہے۔ اب سماعت کے لئے کسی نئے جج کو شامل کیا جائے گا، لیکن معاملہ فی الحال ٹل گیا ہے۔ جسٹس یوللت نے سماعت سے خود کو الگ کرلیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وہ سماعت میں حصہ نہیں لیں گے۔ چیف جسٹس رنجن گوگوئی نے کہا کہ اب سماعت کو رد کرنے کے علاوہ اور کوئی بھی چارہ نہیں ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ایودھیا معاملہ میں اس طرح کی بینچ تشکیل کرنا چونکانے والا ہے، ابھی تک ایسی کوئی مثال سامنے نہیں آئی ہے جب سپریم کورٹ کے ایڈمنسٹریٹیو آرڈر کے ذریعہ آئینی بینچ کی تشکیل کی گئی ہو، اس آئینی بینچ میں جسٹس رنجن گوگوئی، جسٹس ایس اے بوڑے، این وی رمنا، یویوللت اور ڈی وائی چندر چوڑ شامل ہیں۔

شہر دربھنگہ میں امارت شرعیہ کے خصوصی اجلاس کی مناسبت سے مدرسہ امدادیہ میں نشست

مورخہ ۴۔۵ فروری کو شہر دربھنگہ میں امارت شرعیہ کے دوروزہ خصوصی تربیتی اجلاس اور اجلاس عام کی تیاریوں کے جائزہ کے لیے مدرسہ امدادیہ لہیریاسرائے دربھنگہ میں ایک نشست کا انعقاد کیا گیا، اس نشست میں اجلاس کے کنوینر مولانا ارشد علی رحمانی قاضی شریعت مہدولی کے علاوہ شہر کے علماء کرام، ائمہ مساجد، دانشوران ومعززین نے شرکت کی، اجلاس کی تیاریوں کے جائزے کے ساتھ، اجلاس کے تعلق سے مختلف کاموں کی انجام دہی کے لیے کمیٹیوں کی تشکیل بھی کی گئی۔ نشست میں شامل افراد نے اجلاس کی تمام نشستوں کو کامیاب اور بامقصد بنانے کے عزم کا اظہار کیا اور امید ظاہر کی کہ موجودہ حالات میں حضرت امیر شریعت کی آمد شہر دربھنگہ اور مضافات کے مسلمانوں کے لیے حوصلہ افزا ثابت ہوگی۔

Volume:57/67,Issue:2 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT-E-SHARIAH
BIHAR ORISSA JHARKHAND

THE **NAQUEEB** WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-4136/61

ابھی غیروں کے دکھ پر بھیگنا بھولی نہیں آنکھیں
ابھی کچھ روشنی باقی ہے لوگوں کے ضمیروں میں
(احمد ندیم قاسمی)

شکست خوردگی کا احساس بدترین زوال

ڈاکٹر محمد منظور عالم، جنرل سکریٹری آل انڈیا ملی کونسل

بابری مسجد کی تعمیر ۱۵۲۷ء میں ہوئی تھی، اٹھارہویں صدی کے اختتام تک کسی بھی تحریر، تقریر، شاعری اور کسی طرح کے کلام میں ایسا کوئی تذکرہ اور اشارہ نہیں ملتا ہے، جس میں یہ کہا گیا ہو کہ اجودھیا رام کی جائے پیدائش ہے، بابری مسجد مندر توڑ کر بنائی گئی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلا شوشہ 1822 میں چھوڑا گیا، جس کے مطابق رام چندر جی کی جنم استھان پر مسجد کی تعمیر کا ذکر ملتا ہے، یہ دستاویز 1822 میں داروغہ عدالت حفیظ اللہ نے فیض آباد کی عدالت میں پیش کیا تھا، انیسویں صدی کے آخری حصے میں اس معاملے میں بڑی تیزی آئی اور اس تنازعے کی کچھ روایتوں میں فرض شدہ مندر کو ایک مقام مل گیا، تاہم 1860 کی دہائی تک یہ روایت کمزور رہی۔ بیسویں صدی کی آمد پر یعنی 1905 میں اس فرضی قصے نے فیض آباد کے ڈسٹرکٹ گزیٹیئر میں جگہ پالی، اگرچہ ابھی بھی ''ایک قدیم مندر'' کے انہدام کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ہے؛ لیکن اس کے باوجود اس قضیے کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی۔ 1949 میں مسجد کے اندر زبردستی مورتیاں رکھ دی گئی اور مسلسل اسے ہوا دی گئی۔ 1986 میں ہندوؤں کو متنازع مقام پر اجودھیا کی مقامی عدالت نے پوجا کی اجازت دے دی اور پھر 6 دسمبر 1992 کا وہ سیاہ دن بھی آیا، جب آئین اور قانون کی دھجیاں اڑاتے ہوئے شرپسندوں نے مسجد شہید کر دی اور ملک بھر میں ہندو مسلم فساد کے دوران تین ہزار بے گناہوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

تاریخی شواہد بتا رہے ہیں کہ اجودھیا میں رام کی جائے پیدائش کا انیسوی صدی سے قبل کوئی تذکرہ نہیں تھا، کبھی بھی کسی ہندو نے یہ نہیں کہا کہ اجودھیا رام کی جائے پیدائش ہے، نہ ہی کسی نے وہاں مندر پائے جانے، یا اسے توڑ کر مسجد بنائے جانے کی بات کی۔ انیسوی صدی میں ایک سازش کے تحت بابری مسجد کی جگہ رام مندر کا ایشو چھیڑا گیا، اس کے پس پردہ برہمن واد کو فروغ دینا، دلتوں کو غلام بنائے رکھنا اور اس نام کا استعمال کر کے مذہبی طور پر ہندوؤں کے جذبات کو بھڑکانا تھا۔ اکیسوی صدی کی دوسری دہائی میں آج یہ بات بغیر شک وشبہ یقینی ہو چکی ہے، عوام کو بھی احساس ہو چکا ہے کہ بابری مسجد کی جگہ رام مندر کا دعوی اور مندر بنانے کا وعدہ محض چناوی جملہ ہے۔ جذبات بھڑکا کر الیکشن لڑنے اور اپنی بالادستی برقرار رکھنے کا اس سے کوئی بہتر ایجنڈا نہیں ہے، مذہبی بنیاد پر اس کا استعمال صرف سیاست میں آنے اور حکومت بنانے کے لیے کیا جا رہا ہے اور اس طرح برہمنوں نے اپنے مشن میں بآسانی کامیابی حاصل کر لی؛ کیوں کہ جس چیز کا اجودھیا میں کوئی وجود نہیں تھا، آج پورے دعویٰ کے ساتھ اسی کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ اجودھیا رام کی جائے پیدائش ہے، بابری مسجد کی تعمیر رام مندر منہدم کر کے ہوئی تھی۔ یہ بات عام ہندوؤں کو ذہن نشیں کرادی گئی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ آج ہر ہندو یہی سمجھتا ہے کہ واقعی بابری مسجد مندر توڑ کر بنائی گئی تھی اور اس طرح وہ رام مندر کے نام پر جذباتی ہو جاتا ہے اور کوئی بھی شرپسندی کرنے سے باز نہیں آتا ہے۔

ہندوستان ایک جمہوری اور سیکولر ملک ہے، آئین اور دستور پر اس کی بنیاد ہے؛ لیکن ایک طبقہ اور گروہ ایسا بھی ہندوستان میں پایا جاتا ہے، جس نے آج تک دل سے آئین ہند کو قبول نہیں کیا ہے، یہ آر ایس ایس اور برہمنوں کا گروہ ہے، یہ خود کو آئین اور قانون سے بالاتر سمجھتے ہیں، سپریم کورٹ کے فیصلے کو بھی کوئی اہمیت نہیں دیتے ہیں۔ دوسری طرف یہ بھی تلخ سچائی ہے کہ ہمیشہ آئین اور قانون کو تسلیم کرنے سے گریز کرنے والے تشدد اور انتہاء پسندی کی راہ اپناتے ہیں، جبکہ قانون اور آئین پر بھروسہ رکھنے والے قانون کی بالادستی کو یقینی بنانے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔

عموماً معاشرہ میں ایک گروہ وہ ہوتا ہے، جس کا قانون اور آئین پر بھروسہ ہوتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہوتا ہے، جسے آئین پر اعتماد نہیں ہوتا ہے۔ قانون کے دائرے میں آنے کی کوشش نہیں کرتا ہے۔ یہ گروہ عموماً تشدد اور انتہاء پسندی کی راہ کو اپناتا ہے، چنانچہ بابری مسجد اور رام جنم بھومی تنازع کے سلسلے میں ان دنوں جس طرح آئین کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں۔ سپریم کورٹ کی توہین اور تنقید کی جا رہی ہے، اس کی واضح وجہ یہ ہے کہ دوسرے فریق کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے، قانون پر عمل کرنے کی صورت میں ان کی سیاست ختم ہو سکتی ہے؛ اس لیے وہ قانونی دائرہ میں آنے اور سپریم کورٹ کا فیصلہ ماننے سے انکار کرتے ہوئے اکثریت کے زعم میں قانون کی دھجیاں اڑاتے ہیں اور جب کسی بھی ریاست میں قانون کی حکمرانی ختم ہو جاتی ہے تو وہاں انارکی اور خانہ جنگی شروع ہو جاتی ہے۔

بابری مسجد کی جگہ رام مندر کا دعویٰ، مسجد توڑنے کا عمل اور اب وہاں زبردستی رام مندر بنانے کا منصوبہ مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے، انہیں دوسرے درجہ کے شہری ہونے کا احساس دلانے کی مکمل سازش اور پلاننگ ہے۔ یہی وقت ہماری آزمائش اور صبر کا ہے۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ جن قوموں نے ایسے مواقع پر حکمت عملی سے کام لینے کے بجائے خود پر خوف اور دہشت کو سوار کر لیا تھا، ان کا انجام انتہائی افسوسناک اور تباہ کن رہا۔ اجودھیا جانا، وہاں اجتماع کرنا، میڈیا کے ذریعہ لاکھوں کی بھیڑ جمع ہونے کا پیروپیگنڈہ کرنے کا واضح مقصد مسلمانوں کے دلوں میں خوف پیدا کرنا تھا، ایسے موقع پر اگر کوئی خوف زدہ ہو جاتا ہے، سلینڈر کر جاتا ہے تو پھر آئندہ اس میں کچھ بولنے اور حق بات کہنے کی جرأت باقی نہیں رہ پاتی ہے۔ اپنی جان بچانے کی فکر میں اسے ہر بات تسلیم کرنی پڑتی ہے اور بالآخر ایک دن اس کی جان بھی محفوظ نہیں رہ پاتی ہے۔ اندلس اور دیگر خطوں میں مسلمانوں کے زوال کی تاریخ یہی بتاتی ہے کہ پہلے انہیں طاقت کا استعمال کر کے خوف زدہ کیا گیا، پھر اپنی شرطوں کے مطابق جھکنے پر مجبور کیا گیا۔ جان کی امان دے کر ان سے ان کے حقوق چھین لیے گئے پھر ایک دن وہ بھی آیا، جب انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

ہندوستان میں بابری مسجد کا قضیہ اور وہاں رام مندر کا دعوی دراصل مسلمانوں کو خوف زدہ کرنے اور انہیں اکثریت کی طاقت کا خوف دلا کر اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے کی سازش کو عملی جامہ پہنانا ہے؛ تاکہ مسلمان پھر اس ملک میں کبھی سر نہ اٹھا سکیں۔ وہ اکثریت کی طاقت کے سامنے ان کی تمام شرطوں کو ماننے کے لیے مجبور ہو جائیں۔ ایسے مواقع کی حقیقت جاننے، سچائی تک پہونچنے اور سازشوں کا علم حاصل کرنے کے لیے تین چیزیں ضروری ہوتی ہے:

(۱) مختلف مذاہب کی فطرت سمجھنا

(۲) قانون کو سمجھنا

(۳) اور سماج کی فطرت کو سمجھنا

آج جو لوگ بابری مسجد سے دستبردار ہونے کا مشورہ دے رہے ہیں، اس امید پر کہ آئندہ کسی اور مسجد پر دعویٰ نہیں ہوگا، مسلمانوں کو پریشان نہیں کیا جائے گا، انہیں مذکورہ تینوں باتوں کو سمجھنا اور اس پر غور وفکر نا چاہیے، تبھی حقیقت سے واسطہ پڑے گا، عقل وفراست کام کرے گی اور اندازہ ہوگا کہ اس کے پس پردہ کیا سازش ہے؟ کیوں بابری مسجد کی جگہ رام مندر کا دعویٰ کیا گیا ہے؛ کیوں مسلمانوں کو بابری مسجد سے دستبردار ہو جانے کا مشورہ دیا جا رہا ہے اور جب ایک مرتبہ مسلمان خوف زدہ ہو جائیں گے، اکثریت کی طاقت کے سامنے جھک کر بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر شروع ہو جائے گی تو کیا مسلمانوں کے لیے آئندہ اکثریت کا مقابلہ کرنا، ان کا سامنا کرنا اور اپنے حق پر قائم رہنے کا حوصلہ برقرار رہے گا؟ نہیں؛ یہ ممکن نہیں ہے۔ آئندہ جرأت ختم ہو جائے گی۔ ہاں میں ہاں ملانے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں ہوگا؛ کیوں کہ نفسیاتی طور پر شکست خوردگی کا احساس کر لینے کے بعد کوئی بھی قوم سر اٹھانے کی جرأت نہیں کر پاتی ہے، ہمیشہ اسے اپنی جان کی فکر ہوتی ہے اور اس کے تحفظ کے لیے وہ ہر چیز گروی رکھ دینے اور تمام شرطوں کو مان لینے کے لیے تیار ہو جاتی ہے، بالآخر ایک دن وہ بھی آتا ہے، جب اس کی جان بھی لے لی جاتی ہے؛ اس لیے سوچنا ہوگا، غور وفکر کرنا ہوگا اور اپنے اندر سے شکست خوردگی کے احساس اور خوف ودہشت کو نکال کر پوری قوت کے ساتھ قانونی جنگ لڑنی ہوگی۔ یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہندوستان کا آئین بہت جامع ہے، تمام طبقہ اور مذاہب کو مکمل نمائندگی دی گئی ہے؛ اس لیے قانونی جنگ لڑ کر انہیں آئینہ دکھانا ضروری ہے، مسلم قائدین کی کامیابی بھی اسی میں ہے کہ قانون کا سہارا لے کر مسلم عوام اور قوم کو اعتماد میں رکھیں، تاریخی حقائق اور شواہد سے انہیں مطلع کریں اور حوصلہ رکھیں، حالات سے مقابلہ کرنے کی جرأت رکھیں، ورنہ خود سپردگی کے بعد ابھی سے ہماری تباہی وبربادی کی شروعات ہو جائے گی۔

ایک اہم سوال ملک کے انصاف پسند، سیکولر اور سول سوسائٹی سے بھی ضروری ہے کہ مضبوط ترین قانون، مکمل تاریخی شواہد اور حقائق ہونے کے باوجود کیا یہ صرف مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اجودھیا میں انہدام کی گئی بابری مسجد کی تعمیر کے لیے جدوجہد کرے، کیا اس ملک کے انصاف پسند اور سیکولر طبقہ کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ قانون کی بالادستی کو یقینی بنائے، آئین کے وقار کو بلند کرے، اسے مجروح ہونے سے بچائے اور ان لوگوں سکے خلاف جنگ لڑے، جو ہندوستان کی جمہوریت اور آئین کے لیے خطرہ بن چکے ہیں اور سرے عام اسے چیلنج کر رہے ہیں؟ آئین ہند کے اہم ترین بانی بابا بھیم راؤ امبیڈکر ہیں۔ تمام قوموں اور مذاہب کے رہنما نے ان کا ساتھ دیا تھا؛ لیکن آج جب قانون کے تحفظ اور آئین بچانے کی بات چل رہی ہے تو صرف مسلمانوں سے ہی کیوں قربانیاں طلب کی جا رہی ہیں؟ بابری مسجد کی دوبارہ تعمیر قانون کی بالادستی کی شناخت ہوگی اور اس کے لیے ان تمام طبقہ کو میدان میں آنا ہوگا، جس کا آئین اور دستور پر یقین ہے۔

تعداد اور بھیڑ اکٹھا کرنے کی بات کرنے والے ہندو اور مسلمان کے اس گروپ کو بھی اپنی پالیسی پر نظر ثانی کرنی چاہیے کہ تعداد اور بھیڑ ہمیشہ تخریب کاری کرتی ہے، مسمار کرتی ہے، کبھی بھی وہ تعمیر نہیں کرتی ہے، اگر تعداد سے کام ہوتا تو اکثریت کا دعوی کرنے والی کمیونٹی بہت پہلے رام مندر تعمیر کر لیتی، عقل مندی اور فہم وفراست کا تقاضا یہی ہے کہ آئین کا سہارا لیا جائے، سپریم کورٹ میں مضبوطی کے ساتھ قانونی جنگ لڑی جائے، اپنے دلائل اور تاریخی شواہد پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہیں، ہرگز کسی کے دباؤ میں آنے کے بجائے مضبوطی کے ساتھ اپنے موقف کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔

WEEK ENDING-14/01/2019, Fax : 0612-2555280, Phone:2555351,2555014,2555668, E-mail: naqueeb.imarat@gmail.com, Web. www.imaratshariah.com,

نقیب قیمت فی شمارہ -/6 روپے ششماہی -/200 روپے سالانہ -/300 روپے